اکائی – I

تخلیقیت اور تحریر

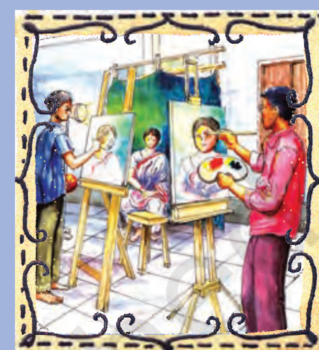

© NCERT
not to be republished

باب 1 : تخلیقیت کیا ہے؟

1.1 تخلیقیت کے مختلف مظاہر

1.2 روزمرّہ زندگی میں تخلیقیت

1.3 زبان کے ذریعے تخلیقیت

باب 2 : تحریر میں تخلیقی اظہار

2.1 ادبی تحریر

2.2 میڈیا تحریر

2.3 ترجمہ

باب 3 : جملہ، پیراگراف اور بیان کے اسالیب

3.1 جملے کی ساخت

3.1.1 لفظوں کی مناسب ترتیب

3.1.2 زورِ بیان/اثرآفرینی

3.2 پیراگراف کی ترتیب

3.2.1 پیراگراف کے ضروری عناصر

3.3 زبان و بیان کے مختلف اسالیب

3.3.1 سادہ اسلوب

3.3.2 خطیبانہ اسلوب

3.3.3 پُرشکوہ اسلوبِ بیان

© NCERT not to be republished

نقش ہیں سب ناتمام، خونِ جگر کے بغیر
نغمہ ہے سودائے خام، خونِ جگر کے بغیر

اقبال

(1873/77 - 1938)

not to be republished © NCERT

اس اکائی میں تخلیقیت کی تعریف کا تعین کیا گیا ہے، تخلیقیت کے عمل اور زندگی میں اس کے مختلف مظاہر پر بحث کی گئی ہے، اس تخلیقی جوہر کو موضوع بنایا گیا ہے جسے خدا نے ہر انسان کو ودیعت کیا ہے۔ اس جوہر کو قائم رکھنے کے لیے مسلسل مشق اور ریاضت کی ضرورت کیوں ہوتی ہے؟ ہم اسے کس طرح مزید نکھار اور سنوار سکتے ہیں؟ ان سوالات کے جواب بھی اس اکائی میں فراہم کیے گئے ہیں۔

© NCERT not to be republished

تخلیقیت کیا ہے؟

زمین کی تہوں میں بیج سے انکُر کا پھوٹنا کیا ہے؟ زمین کے سینے کو پھاڑ کر پیڑ کے تنے کا سر باہر نکالنا کیا کہلائے گا؟ تنے کے اندر سے شاخوں اور شاخوں سے ننھی ننھی ٹہنیوں کے پھوٹنے کو کیا نام دیا جائے گا؟ پھر انھیں نرم و نازک ٹہنیوں سے کونپلوں کا برآمد ہونا، کلیوں کا چٹکنا اور پھر ان کا پھول اور پھل کا روپ اختیار کرنا کیا ہے؟ یہی تو تخلیقیت ہے۔ فطرت کا ہر ایک جزو، ہر ایک گوشہ تخلیقیت سے سرشار ہے۔ انسان خود اس خالق عظیم کا تخلیق کردہ شاہ کار ہے، جس نے اسے گراں قدر تخلیقیت کا اہل بنایا ہے۔

تخلیقیت ایک داخلی رَو کا نام ہے جسے جبلّت سے بھی موسوم کیا جاتا ہے۔ یعنی وہ صلاحیت جو خداداد کہلاتی ہے اور جسے کم یا زیادہ ہر ایک کو ودیعت کیا گیا ہے۔ بہت سی جبلّتوں میں سے ایک نقل ہے۔ نقل کا عمل شعوری بھی ہوتا ہے اور غیر شعوری بھی۔ بچے میں ایک خاص عمر تک نقل کا عمل غیر شعوری ہوتا ہے۔ اسے نقل سے گہری طمانیت ملتی ہے۔ وہ نقل اس لیے کرتا ہے کہ جلد از جلد ویسا ہی بننا چاہتا ہے جیسا وہ اصل کو دیکھ رہا ہے۔ پہلے پہل اس کی نقل کی کوششوں میں ناپختگی ہوتی ہے۔ وہ مسلسل اس ادھ کچرے پن کو دور کرنے کی سعی بھی کرتا ہے۔ کبھی وہ بہت جلد کامیابی حاصل کر لیتا ہے، کبھی اسے بارہا ناکامیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اسے ہر نقل کی کوشش میں تھوڑی اکتاہٹ ہوتی ہے تو تھوڑا لطف بھی آتا ہے۔ نقل کی یہی کوشش تخلیقیت کا پہلا مرحلہ ہے۔ ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ کوئی بھی نقل کردہ چیز یا فن پارہ اپنے اصل سے ملتا جلتا تو ہو سکتا ہے لیکن مکمل طور پر اصل کے مطابق نہیں ہوتا۔ سوال یہ اٹھتا ہے کہ اس کے اصل کے مطابق نہ ہونے کی کیا وجہ ہے؟ اس کا ایک بڑا سبب یہ ہے کہ نقل کرنے والا خواہ بچہ ہو کہ بڑا محض عقل و شعور ہی سے کام نہیں لیتا، تخیّل سے بھی کام لیتا ہے۔ جہاں تخیّل کی سرگرمی ہوگی وہاں ترکیب کا عمل بھی ہوگا۔ جہاں ترکیب کا عمل ہوگا وہاں نقل میں کچھ نہ کچھ نیا ضرور شامل ہو جاتا ہے۔ جس کے باعث وہ چیز جس کی نقل کی جاتی ہے وہ ہو بہو رنگوں یا لفظوں میں منتقل نہیں ہوتی، اسے کچھ بدلنا ضرور پڑتا ہے۔ ترکیب کے عمل کی خصوصیت ہی یہ ہے کہ اس میں بہ یک وقت کئی قوتیں کام کرتی ہیں۔ جیسے تجربہ، تخیّل اور وجدان۔ یہ صلاحیتیں جن کا تعلق تخلیقیت سے ہے، کبھی سلسلہ وار واقع نہیں ہوتیں۔ نقل کی وہ کوشش جو شعوری طور پر شروع ہوتی ہے، آگے چل کر غیر شعوری بن جاتی ہے۔ کبھی یہی کوشش غیر شعوری طور پر شروع ہو کر شعور کے عمل میں بدل جاتی ہے۔ کوئی پیدائش سے مصور یا موسیقار نہیں

ہوتا اور نہ کوئی پیدائشی شاعر یا افسانہ نگار ہوتا ہے۔ اس میں صرف تخلیقیت کا جوہر ہوتا ہے اسے پہلے پہل نقل کے عمل سے گزرنا پڑتا ہے اور نقل کے عمل کا وقفہ مشق کا وقفہ ہوتا ہے۔ جب سُر اور تال پر گرفت مضبوط ہو جاتی ہے تو ہم موسیقار بن جاتے ہیں اور جب رنگوں اور خطوط کی تمیز پیدا ہو جاتی ہے تو ہم ایک مصور کا درجہ اختیار کر لیتے ہیں۔ لفظوں کو سلیقے اور موزونیت سے جمانا آ جاتا ہے تو پھر شاعر بننے میں دیر نہیں لگتی۔

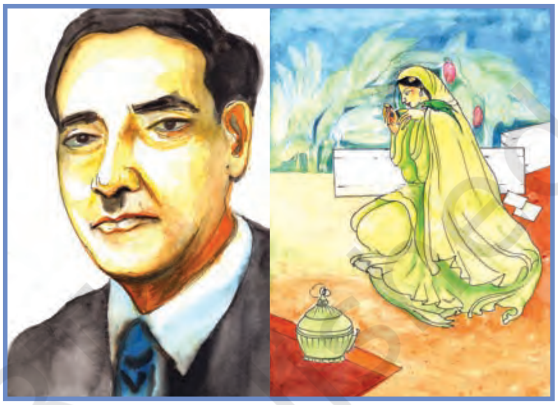

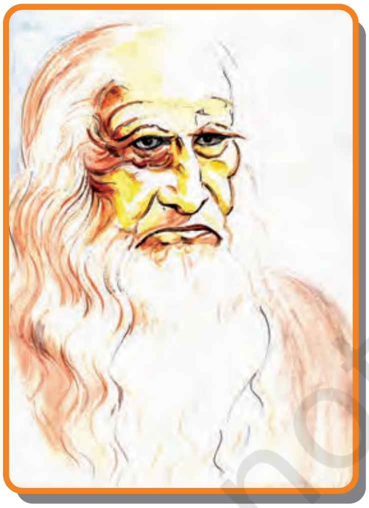

سرگرمی 1.1

تخلیقیت کے اظہار کی مختلف صورتیں ہیں مثلاً مصوری، سنگ تراشی، مجسمہ سازی، رقص، موسیقی، گلوکاری وغیرہ۔ مصوری میں رنگوں، لکیروں اور شکلوں کی بڑی اہمیت ہے۔ کسی بڑے مصوّر مثلاً مائیکل اینجیلو، پکاسو، لیونارڈو دا ونسی، عبدالرحمٰن چغتائی، ایم۔ ایف۔ حسین وغیرہ کی مصوری (Paintings) کے نمونے حاصل کیجیے اور دیکھیے کہ ان کے یہاں کن رنگوں، لکیروں اور شکلوں کا زیادہ استعمال ملتا ہے۔ اسے اپنے الفاظ میں بیان کیجیے اور ہر تصویر پر بھی اظہار خیال کیجیے۔

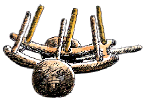

1.1 تخلیقیت کے مختلف مظاہر

فنونِ لطیفہ کے دائرے میں آنے والے ہر فن کے اپنے الگ تقاضے ہوتے ہیں۔ ایک فن میں مہارت حاصل کرنے کا مطلب یہ نہیں کہ دوسرے فنون بھی دسترس میں آ گئے۔ سنگ تراش پتھر میں اپنے مطلوبہ مجسمے کی شکل دیکھ لیتا ہے۔ مصوّری اور خطاطی میں رنگوں، خطوط اور ہیئتوں کی سوجھ بوجھ ضروری ہے۔ رقّاص اپنے چہرے کے تاثرات اور جسمانی حرکات میں ایک ایسے تناسب اور ہم آہنگی قائم کر لیتا ہے جو ہر کسی کے بس کی بات نہیں۔ موسیقار اور گلوکار کے لیے سُروں کی پہچان پہلی شرط ہے۔ صحیح سُر کے بغیر نغمہ وجود میں نہیں آتا۔ اسی طرح فنِ تعمیر میں بھی ہنر اور مشاقی کے ساتھ ساتھ اپنے تخیّل سے کام لینے کا سلیقہ ضروری ہے۔ کسی عمارت کا نقشہ پہلے دماغ میں بنتا ہے، پھر وہ کاغذ پر اترتا ہے اور اس کے بعد عمارت تیار کی جاتی ہے۔ یہی صورت حال اداکاری اور نقّالی کے ساتھ ہے۔ ہر فن کی اپنی شرطیں ہیں اور ہر ایک کے لیے کوئی خاص صلاحیت درکار ہوتی ہے۔

تخلیقیت کا دار و مدار ماحول اور مسلسل توجہ پر بھی ہے۔ اسی لیے مٹی کے برتن گڑھنے والے کوزہ گر اور تصویر بنانے والے مصور یا شعر کہنے والے فن کار میں بھی اسی نسبت سے فرق پایا جاتا ہے۔ برتن گڑھنے والے کے لیے انسان کی روزمرہ کی ضرورت اہم چیز ہے اور اس کی کوشش عموماً ایک ہی طرح کی چیزیں تیار کرنے کی طرف ہوتی ہے۔ لیکن وہ ان چیزوں میں بھی ساخت اور رنگ کی سطح پر کچھ نہ کچھ نیا شامل کرنے کی ضرور کوشش کرتا ہے جنھیں دیکھ کر کوزہ گر/ کمہار خود بھی خوش ہوتا ہے اور دوسرے بھی اسے دیکھ کر لطف اندوز ہوتے ہیں۔ لیکن جو فن کار زبان کے وسیلے سے کام لیتے ہیں ان کے فن میں تنوع ہوتا ہے۔ کسی نئے مضمون کے علاوہ اگر وہ کوئی فرسودہ مضمون بھی دوہراتے ہیں تو اس کا انداز بھی اس لیے مختلف اور نیا ہوتا ہے کہ وہ تخلیقی زبان کا استعمال ہر بار ایک نئے طریقے سے کرتے ہیں۔ یہ زبان دوسرے علوم کی زبان سے اسی معنی میں مختلف ہوتی ہے کہ اس کا مقصد کسی علم کی فراہمی نہیں ہے بلکہ انسانوں کو مسرت بہم پہنچانا ہے۔

سرگرمی 1.2

اپنے اردگرد کے ماحول اور منظر کو غور سے دیکھیے:

ایسی سرگرمیوں اور مناظر کی فہرست بنائیے جن میں آپ کو تخلیقیت کی جھلک نظر آتی ہے۔ ان میں سے کسی ایک کو اپنے الفاظ میں بیان کیجیے۔

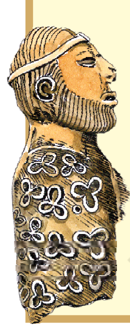

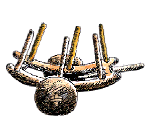

© NCERT not to be republished

1.2 روزمرّہ زندگی میں تخلیقیت

انسان اپنی تغیّر پسند طبیعت کے سبب ہر لمحے اور ہر قدم پر ایسا کچھ کرنا چاہتا ہے جس سے اس کے آس پاس کی صورتِ حال بدل جائے، کوئی نئی چیز پیدا ہوجائے، پرانا نیا ہوجائے اور ماحول میں تازگی کا احساس ہو۔ دل و دماغ کو لطف و انبساط حاصل ہوتا رہے۔ اپنی اور دوسروں کی زندگیوں میں بھی رنگ اور رس بھرتا رہے۔ انسان کی یہی خواہش، اس کے باطن کی یہی رَو اور اس کا اظہار اس کی تخلیقیت ہے۔ اسی تخلیقیت کے اظہار کے لیے ادب وفنون وجود میں آئے ہیں مگر ایسا بھی نہیں ہے کہ صرف ادب اور فنون کو تخلیق کرنا ہی تخلیقیت ہے بلکہ تخلیقیت کی دوسری صورتیں بھی موجود ہیں۔ زندگی کی الجھنوں کو سلجھانے، فطرت اور کائنات کو سمجھنے اور سمجھانے، معاشرے میں امن و آشتی برقرار رکھنے اور انسانوں کے ذہنی و قلبی اطمینان اور ان کے کیف و نشاط میں اضافہ کرنے والے چھوٹے چھوٹے کام بھی تخلیقیت کے مظہر ہوسکتے ہیں۔ مثلاً کسی اداس آدمی کو ہنسا دینا، کسی کے بوجھ کو ہلکا کر دینا، کسی بھٹکے ہوئے مسافر کو راہ دکھا دینا، کسی لاچار اور بے بس کی مدد کر دینا، کسی مسئلہ کو سلجھا دینا یا سلجھانے میں ہاتھ بٹا دینا۔ یہ سارے کام بھی تخلیقی رو کے تحت ہی ہوتے ہیں۔ تخلیقی رو کے زیرِ اثر ہی اظہار کے نت نئے وسیلے وجود میں آتے ہیں۔

سرگرمی 1.3

اپنے گھر کے کسی ایک کمرے کی سجاوٹ کا منصوبہ بنائیے۔ سجاوٹ سے پہلے کمرے کی مختلف تصاویر کھینچیے۔ اس کے بعد بھائی بہنوں کی مدد سے کمرے کو نئے سرے سے سجائیے۔ خیال رہے کہ کمرے میں موجود چیزوں کی ترتیب اور جگہوں کو بدل کر ہی سجاوٹ کا کام کرنا ہے، باہر سے چیزیں نہیں لانی ہیں۔ سجاوٹ کے بعد کمرے کی کئی تصویریں کھینچیے اور ان کا موازنہ پہلے کھینچی گئی تصویروں سے کیجیے۔ اپنے احساسات اور تاثرات کو قلم بند کیجیے۔ تصاویر کو دوستوں کو دکھایئے اور اُن کی رائے جانیے۔

سرگرمی 1.4

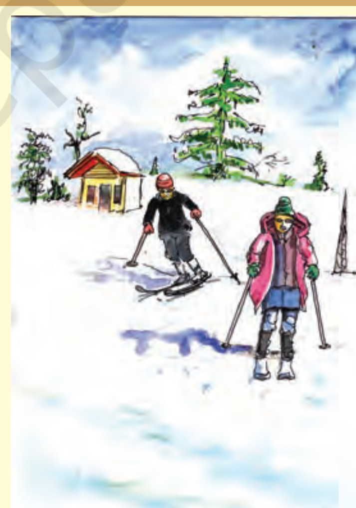

یہ تصویر آپ سے کیا کہتی ہے؟ اسے دیکھ کر آپ کیا محسوس کر رہے ہیں؟ اپنے الفاظ میں بیان کیجیے۔

> ’لفظ‘ انسان کے سماجی رشتے کا پہلا عمل ہے اور اسی لیے زبان انسان کی سب سے اہم سماجی سرگرمی ہے اور چوں کہ ’ادب‘ بھی لفظوں کی ترتیب و تنظیم سے وجود میں آتا ہے۔ اس لیے خود ادب بھی بنیادی طور پر ایک سماجی عمل ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ سماجی عمل ادب کے وجود میں، اس کے مزاج میں، اس کے خون میں شامل ہے اور یہی اس کا پہلا بنیادی رشتہ ہے۔ اسی رشتے کی وجہ سے ادب انسان کے سماجی رشتوں کا سب سے اہم مظہر بن کر قوم کی روح کے اظہار کا سب سے بڑا وسیلہ بن جاتا ہے۔
>
> ۔ ڈاکٹر جمیل جالبی

سرگرمی 1.5

اپنے اسکول کو خوبصورت بنانے کے لیے آپ کون سا ایک کام کرنا چاہیں گے۔ اسے لکھیے اور اس کا ایک منصوبہ بنا کر استاد کو پیش کیجیے۔

تخلیقیت کے سلسلے میں سب سے پہلا مرحلہ تجربہ ہے۔ خارجی زندگی اور دنیا کا مشاہدہ، زندگی کی گہری سمجھ عطا کرتا ہے اور ہم زندگی کے تئیں بہت حسّاس ہو جاتے ہیں، پھر وہ ویسی نظر نہیں آتی ہے جس کا تجربہ عام لوگ کرتے ہیں۔ تخلیق کار اسے اپنا جذباتی تجربہ بنا لیتا ہے۔ اس طرح وہ اردگرد کی چیزوں اور واقعات کو عقل کے بجائے جذباتی نقطۂ نظر سے دیکھتا ہے۔ اپنے فن میں ان کی ہو بہو نقل پیش نہیں کرتا، انھیں از سرِ نو خلق یعنی Reproduce کرتا ہے۔ از سرِ نو خلق کرنے کے اس عمل میں حقیقت پھر وہ حقیقت نہیں رہتی جس کا ہم نے مشاہدہ کیا تھا بلکہ وہ حقیقت کا تاثر ہوتا ہے، حقیقت کی ایک نئی بدلی ہوئی شکل ہوتی ہے جسے ہم حقیقت کے بجائے ایک نئی حقیقت کہتے ہیں۔

انسانی تجربہ جس کا ہمارے مشاہدے اور محسوسات سے گہرا تعلق ہے، تخلیقیت کا بیج اسی سے پھوٹتا ہے۔ تجربہ محض بصارت کے ذریعے ہی میسر نہیں آتا بلکہ پانچوں حواس میں سے کسی ایک حِس (Sense) سے حاصل ہونے والی کیفیت کا نام تجربہ ہے۔ سائنس داں اس کیفیت پر غیر جذباتی طریقے سے غور و خوض کرتا اور عقل کی روشنی میں اسے تجربے سے گزارتا یا کوئی نتیجہ اخذ کرتا ہے لیکن ایک تخلیق کار کے لیے اس سے محض جذباتی رشتہ قائم کرنا ہی کافی ہوتا ہے جو تخلیقیت کے لیے تحریک کا کام کرتا ہے۔ شاعر کی زبان بھی جذباتی ہوتی ہے اور

© NCERT not to be republished

سرگرمی 1.6

آپ کے گھر میں مختلف لوگ الگ الگ کام کرتے ہیں۔ ان میں سے کن کن کے کاموں میں آپ کو تخلیقیت نظر آتی ہے اور کیوں؟ مناسب مثالوں کے ساتھ بیان کیجیے۔

سرگرمی 1.7

اپنے کسی خیال کو تحریر اور تصویر دونوں شکل میں پیش کیجیے۔

گلوکار کی آواز میں بھی مٹھاس اور گھلاوٹ نہ ہوتو وہ سننے والے کے دل میں کسک نہیں پیدا کر سکتی۔ جہاں تخلیقیت ہوگی وہاں بے ساختگی ہوگی اور جہاں بے ساختگی ہوگی وہاں تاثیر بھی گہری ہوگی۔ تاثیر میں ہی اس کا اصل حسن بھی پوشیدہ ہوتا ہے۔

دادی نانی کا ہر روز کوئی نئی کہانی گڑھنا اور اپنے ننھے منّوں کو سنانا، ماؤں کا ترنّم کے ساتھ ہولے ہولے لوری سنانا، گھر کی ہر چیز کو قرینے سے رکھنا، صفائی ستھرائی رکھنا، دروازوں اور کھڑکیوں پر رنگ برنگ پردے لگانا، ڈرائنگ روم کو طرح طرح کے گلدانوں سے سجانا کیا ہے؟ ایک سطح پر روزمرّہ کے یہ سارے کام تخلیقیت ہی سے سروکار رکھتے ہیں۔ ان اعمال سے ہمیں مالی فائدے نہیں ملتے، انھیں دیکھ کر ہمارے جذبوں کو تسکین ملتی ہے اور ہم لطف اندوز ہوتے ہیں۔

بچے گھروندے بناتے ہیں، کھلونوں کو توڑتے اور پھر انھیں بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ کھیل میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کے راستے نکالتے ہیں۔ مختلف طریقوں سے دوسروں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش میں حرکات وسکنات ہی سے کام نہیں لیتے، آواز کے اتار چڑھاؤ سے بھی کام لیتے ہیں۔ اپنے چلنے پھرنے میں بھی وہ نت نئے طرز اختیار کرتے رہتے ہیں اور خود اپنی حرکات وسکنات پر خوش ہوتے ہیں۔ اس طرح کے تمام اعمال بھی کسی نہ کسی سطح پر ان کے تخلیقی جوہر کی نمائندگی کرتے ہیں۔ ان سے انھیں کوئی مالی فائدہ نہیں پہنچتا، کیوں کہ تخلیقیت کا بنیادی مقصد جذباتی طمانیت فراہم کرنا ہے جسے روحانی سرخوشی سے بھی تعبیر کیا جاسکتا ہے۔

ہمیں اپنی روزمرّہ زندگی میں اکثر بہت سی نئی چیزوں سے سابقہ پڑتا رہتا ہے۔ کچھ چیزیں انسانی محنت اور آلات کے ذریعے وجود میں آتی ہیں کچھ کا تعلق فطرت کے مظاہر سے ہے اور کچھ کا ذریعۂ اظہار زبان ہوتی ہے۔ ہمیں بخوبی علم ہے کہ تخلیقیت ایک فطری صلاحیت کا نام بھی ہے اور اسے حاصل بھی کیا جاسکتا ہے۔ اس جوہر کو قائم رکھنے کے لیے

© NCERT not to be republished

مسلسل مشق اور ریاضت ضروری ہے ۔ سماجی ماحول ، شخصیت ، زندگی کے رنگا رنگ تجربات بھی تخلیقیت کی تحریک کا ذریعہ بنتے ہیں،اس کو جلا بخشتے ہیں اور کبھی کبھی اتفاقاً بھی تخلیقیت کا اَنکُر پھوٹتا ہے اور بے اختیار کوئی نئی چیز پیدا ہو جاتی ہے ۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ تخلیقیت بھی ایک فن ہے جس کی تربیت کی جاسکتی ہے ۔ یقیناً اس کی تربیت کی جاسکتی ہے لیکن ذہنی رجحان اور ایک خاص قسم کے ذوق اور تخیل کی صلاحیت کے بغیر تخلیقیت برقرار نہیں رہ سکتی۔

1.3 زبان کے ذریعے تخلیقیت

زبان کسی بھی خیال کو مناسب لفظوں میں بیان کرنے اور اسے قلم بند کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔ خیال یا کسی تصور کا اظہار ہی سب کچھ نہیں ہے۔ موضوع کے مطابق لفظوں کا انتخاب اور مناسب طریقے سے انھیں ادا کرنا بھی ضروری ہے۔ جب ہی جملے ڈھلے ڈھلائے اور مکمل صورت میں تشکیل پاتے ہیں۔ اس قسم کی زبان کو تخلیقی زبان کہا جاتا ہے۔

غیر رسمی مواقع پر بھی تخلیقی زبان کا استعمال کیا جاتا ہے۔ استاد کا لیکچر ہو کہ کسی رہنما کا خطاب، کوئی مباحثہ ہو یا کسی انٹرویو میں سوالوں کے جواب دینے کا موقع تخلیقی زبان ہی ایک مؤثر آلۂ کار کے طور پر کام آتی ہے۔ بعض صورتوں جیسے مکتوب نگاری میں اکثر تخلیقی زبان کا اہتمام ضروری نہیں ہوتا، خاص طور پر جب ہم اپنے کسی بے تکلف دوست کو خط لکھتے ہیں یا ای میل یا ایس ایم ایس کے ذریعے کوئی پیغام پہنچانا چاہتے ہیں تب ہمارے جملوں میں وہ نظم وضبط اور تکمیل کا پہلو قائم نہیں رہ پاتا جو تخلیقی زبان کے لیے لازمی شرط ہے۔ تخلیقی زبان اس عام بول چال کی زبان سے مختلف ہوتی ہے جس میں افعال اور اسما کو غیر رسمی طریقے سے برتا جاتا ہے اور جملوں میں بھی ادھورا پن پیدا ہوتا ہے۔

فنّی شہ پارے پر بحث مباحثے کا سلسلہ گزشتہ کئی صدیوں سے چلا آ رہا ہے۔ معروف فلسفی افلاطون (Plato) نے فیڈرس (Phadrus) میں اس بات پر اصرار کیا ہے کہ جس خیال کو ادا کیا جائے اس کا منظّم ہونا ضروری ہے۔ ضرورت اس بات کی بھی ہے کہ جو اقتباس اخذ کیے جائیں انھیں توجہ کے ساتھ پڑھا جائے، ان سے لطف لیا جائے اور ان سے تربیت حاصل کی جائے۔ اس کا اصرار ہے کہ:

- تقریر کی زبان میں یکسانیت اور ہمواری ہونی چاہیے۔

سر گرمی 1.8

روزمرّہ کے معمولات میں آپ کچھ ایسا کرتے ہیں جس سے آپ کو دلی مسرت حاصل ہوتی ہے، اس کے بارے میں تفصیل سے لکھ کر اپنے استاد کو دکھایئے۔

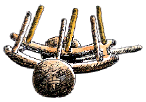

© NCERT not to be republished

بڑے گھر کی بیٹی

آنندی دیوی اپنے نئے گھر آئیں تو یہاں کا رنگ ڈھنگ کچھ اور ہی دیکھا۔ جن دلچسپیوں اور تفریحوں کی وہ بچپن سے عادی ہو رہی تھیں ان کا یہاں وجود بھی نہ تھا۔ ہاتھی گھوڑوں کا کیا ذکر کوئی سجی ہوئی خوب صورت بہلی بھی نہ تھی۔ مکان میں کھڑکیاں تک نہ تھیں۔ زمین پر فرش، نہ دیواروں پر تصویریں۔ یہ ایک سیدھا سادا دہقانی مکان تھا۔

آنندی نے تھوڑے ہی دنوں میں ان تبدیلیوں سے اپنے تئیں اس قدر مانوس بنالیا گویا اس نے تکلّفات کبھی دیکھے ہی نہیں۔

– پریم چند

(1880-1936)

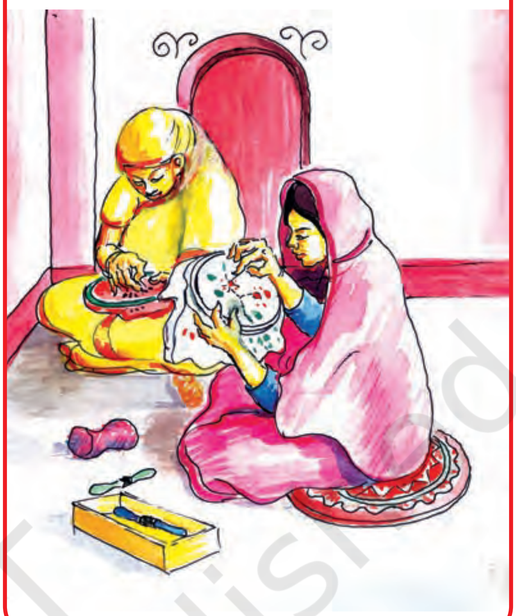

- سامعین کے ذوق کے مطابق زبان کا استعمال اور اسلوب ہو یعنی زبان کا استعمال موقع کی مناسبت سے ہونا چاہیے۔
- مخاطبہ (Discourse) سامع اور مقصد کے مطابق ہو۔ یعنی مخاطبے میں جو بنیادی مقصد ہے اس کا شروع سے آخر تک لحاظ رکھنا چاہیے۔

موجودہ دور کے ایک اہم مفکر اور ماہر لسانیات دریدا (Derrida) کا نظریہ ہے کہ تقریری یا تکلّمی (بات چیت) زبان ہی اوّلیت رکھتی ہے۔ تحریری زبان کا درجہ دوم ہے۔ اس طرح اگر ہم تحریری اور تقریری زبان کے فرق کو بحث کا موضوع بنائیں تو اس بات کو بھی ذہن میں رکھیں کہ دونوں سطح پر زبان کا استعمال بے حد توجّہ کا تقاضا کرتا ہے اور دونوں میں جملے مکمل ہونے چاہئیں۔ البتہ بول چال کی زبان اور غیر رسمی تکلّمی زبان میں جو فرق ہے اسے بھی یاد رکھنے کی ضرورت ہے۔

سرگرمی 1.9

ہر انسان کے اندر تخلیقیت کا جوہر موجود ہوتا ہے۔ کیا آپ کو لگتا ہے کہ آپ میں تخلیقیت ہے؟ آپ اسے کس طرح ظاہر کرنا چاہیں گے اور اس کے لیے آپ کو کس طرح کی تربیت اور مشق کی ضرورت ہے، لکھیے۔

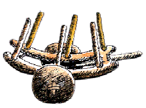

© NCERT not to be republished

تخلیقیت جب زبان میں ڈھلتی ہے تو کہانی بن جاتی ہے، شاعری ہو جاتی ہے، ناول کا روپ لے لیتی ہے، ڈرامے کی شکل اختیار کر لیتی ہے اور زبان فکر و خیال کے اظہار میں جادو بھر دیتی ہے، اس کی معنویت کو وسعت و گہرائی عطا کر دیتی ہے اور اس طرح ایک معمولی خیال بھی زبان میں ڈھل کر کہاں سے کہاں پہنچ جاتا ہے۔ تخلیقی زبان اور عام زبان میں یہی فرق ہوتا ہے کہ عام زبان میں صرف معلومات بہم پہنچائی جاتی ہیں جبکہ تخلیقی زبان میں لطف و انبساط بھی فراہم کیا جاتا ہے۔ مثلاً جب یہ کہا جائے کہ ''میں ایک ایسی خبر لایا ہوں جسے سن کر تم چونک پڑو گے۔'' تو یہ ایک عام زبان کی مثال ہوگی اور اسی بات کو جب سعادت حسن منٹو اپنی کہانی ''نیا قانون'' میں کہتا ہے ''لا ہاتھ دے، ایسی خبر سناؤں کہ تری گنجی کھوپڑی پر بال اُگ آئیں۔'' تو یہ تخلیقی زبان کی مثال بن جائے گی۔

زبان میں تخلیقیت یوں ہی نہیں ظاہر ہوتی بلکہ قوتِ متخیّلہ اس میں تشبیہ، استعارہ، علامت اور دوسری شعری صنعتوں کی مدد سے رنگ بھرتی ہے۔ اسی انتخاب اور ترتیب کی بدولت موزونیت پیدا ہوتی ہے جس سے موسیقی پھوٹتی ہے اور جس سے کوئی خیال یا جذبہ تصویر کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ مثلاً میؔر کے اس شعر میں لفظوں کے انتخاب اور ان کی مخصوص ترتیب سے ہی موسیقی کی کیفیت پیدا ہوئی ہے۔

پتّا پتّا بوٹا بوٹا حال ہمارا جانے ہے
جانے نہ جانے گل ہی نہ جانے باغ تو سارا جانے ہے

اسی طرح میؔر نے مندرجہ ذیل شعر میں محض لفظوں کے انتخاب اور ان کی ترتیب سے تصویر بنادی ہے۔

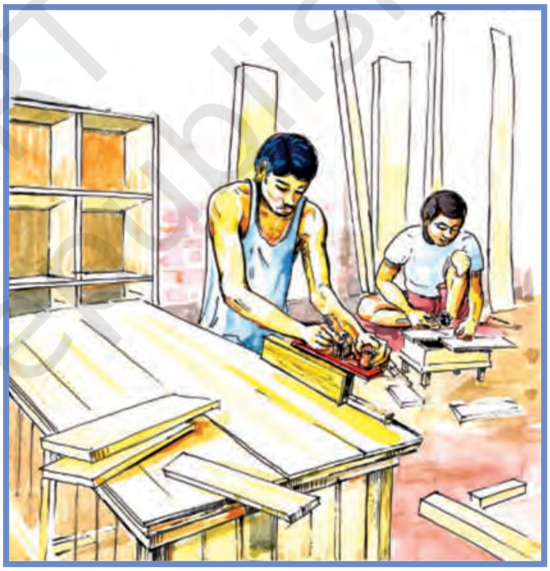

رات مجلس میں تری ہم بھی کھڑے تھے چپکے
جیسے تصویر لگادے کوئی دیوار کے ساتھ

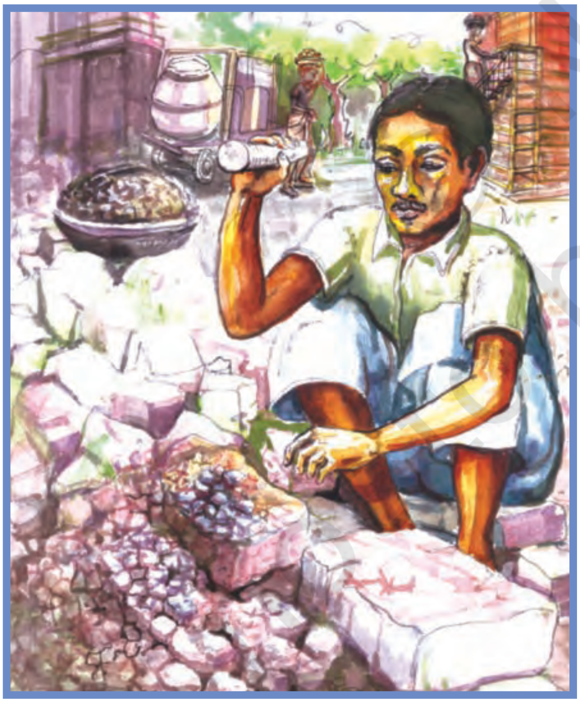

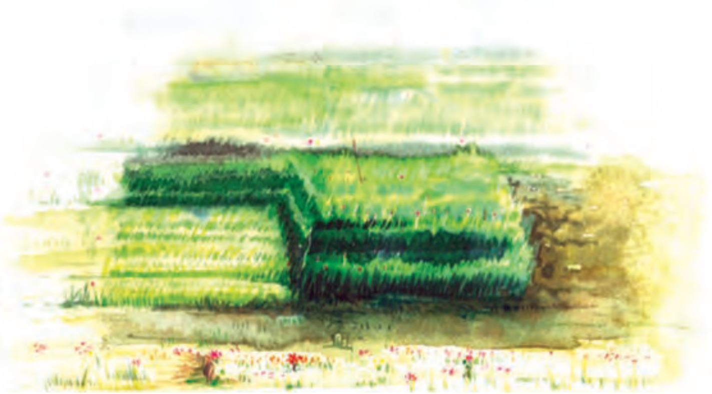

باب 2

تحریر میں تخلیقی اظہار

پچھلے باب میں ہم نے تخلیق اور تخلیقیت کے بارے میں پڑھا۔ اس باب میں ہم تحریری شکل میں ظاہر ہونے والی تخلیقیت پر بات کریں گے۔ ہم سبھی جانتے ہیں کہ زبان تخلیقیت کے بنیادی وسائل میں سے ایک ہے۔ زبان ہمیں اپنے مافی الضمیر کے اظہار کے بے شمار مواقع فراہم کرتی ہے۔ یہ اظہار زبانی بھی ہوسکتا ہے اور تحریری بھی۔ تحریر میں تخلیقیت کے اظہار کی بہت سی شکلیں ہیں۔ واضح طور پر اس کے تین روپ ہیں —— ادب، میڈیا اور ترجمہ۔ آیئے ان تینوں کے بارے میں معلومات حاصل کرتے ہیں۔

خاص واقعات یا ٹھوس حقائق یا جزئیات میں معنویت تلاش کرنا اور اس کا احساس عام کرنا دانشوری ہے۔ دانشور دوسروں سے زیادہ مرتب اور منظم ذہن رکھتا ہے اور وہ انسان اور سماج کے عمومی اور بنیادی عناصر کا نبّاض ہوتا ہے۔ یہ ایک تخلیقی جوہر ہے جو ایک طرف سائنس، اسکالرشپ، فلسفہ، دینیات، ادب اور آرٹ میں اپنے کو ظاہر کرتا ہے اور دوسری طرف روایت سے بھی ایک رشتہ رکھتا ہے۔

– آلِ احمد سرور

(1911-2002)

2.1 ادبی تحریر

ایسی تحریر جس میں ہم اپنے تجربات واحساسات کو اس طرح ظاہر کریں کہ وہ ہمارے اور پڑھنے والے کے لیے مسرّت اور بصیرت کا باعث ہو، 'ادبی تحریر' کہلاتی ہے۔ دراصل زبان کو سجا سنوار کر لکھنا ہی ادب ہے جو ہمارے جمالیاتی احساس کو طمانیت بخشتا ہے۔ ادبی تحریر میں ہمارا مقصد مسرّت کا حصول یا جمالیات کی تسکین کے علاوہ اپنی بات زیادہ بہتر اور مؤثر انداز میں دوسروں تک پہنچانا بھی ہوتا ہے۔ اگر ہم اپنی بات کو سجا سنوار کر اور مؤثر انداز میں قاری تک پہنچانا چاہتے ہیں تو ہمیں اس زبان کی اچھی خاصی

سرگرمی 1.10

ایسی نظمیں تلاش کیجیے جن میں:

- کسی قدرتی منظر کو بیان کیا گیا ہے۔
- کسی آدمی یا شے کے بارے میں بیان کیا گیا ہے۔
- کسی تہوار یا میلے ٹھیلے کا ذکر کیا گیا ہے۔

ہر نظم کو غور سے پڑھیے اور دیکھیے کہ شاعر نے اپنی بات کہنے کے لیے کس طرح کی زبان استعمال کی ہے؟ اُن الفاظ کی نشاندہی کیجیے جن سے بات میں زور پیدا کیا گیا ہے۔

© NCERT not to be republished

واقفیت ہونی چاہیے۔ اس کے علاوہ ''زبان کی تہذیب'' سے بھی واقفیت لازمی ہے۔ ادبی تحریر میں تخلیقیت کا عنصر بہت اہم ہے۔ لہٰذا تحریر میں نئے تجربات، نیا انداز اور نئی بات شامل کرنے کی کوشش کرتے رہنا چاہیے۔ تخلیقیت کا یہی عنصر انسانوں کو عروج اور ادب کو ترقی عطا کرتا ہے۔ تاہم ''خیال کی پرواز'' یا ''قوتِ متخیلہ'' اور ''زبان پر گرفت'' یا ''مہارت'' ادبی تحریر کے لیے نہایت ضروری ہیں۔

ہم اپنے آس پاس کی دنیا سے ادبی تحریر کے موضوعات کا انتخاب کرتے ہیں۔ اس کے لیے ہمیں انسانوں، انسانی سماج، ماحولیات اور انسانی زندگی کے مسائل کے تئیں حساس ہونا لازمی ہے۔ ایک اچھا قلم کار بننے کے لیے ہمیں اچھا قاری بھی ہونا چاہیے کیوں کہ ایک اچھا قاری دوسروں کی تخلیقات کا مطالعہ اور تجزیہ کرکے ان پر ردّعمل کا اظہار کرتا ہے اور یہیں سے تخلیقی سفر کا آغاز ہوتا ہے۔ وہی قلم کار اچھا ہوتا ہے جو مشاہدے کے بعد غور وفکر کرتا ہے، ردّعمل ظاہر کرتا ہے، خیالات بُنتا ہے اور صحیح موقع پر صحیح لفظ لکھتا ہے۔

غزل

یہ نہ تھی ہماری قسمت کہ وصالِ یار ہوتا
اگر اور جیتے رہتے، یہی انتظار ہوتا

ترے وعدے پہ جیے ہم، تو یہ جان، جھوٹ جانا
کہ خوشی سے مر نہ جاتے، اگر اعتبار ہوتا

کوئی میرے دل سے پُوچھے ترے تیرِ نیم کش کو
یہ خلش کہاں سے ہوتی، جو جگر کے پار ہوتا

یہ کہاں کی دوستی ہے کہ بنے ہیں دوست، ناصح
کوئی چارہ ساز ہوتا، کوئی غم گُسار ہوتا

ہوئے مر کے ہم جو رُسوا، ہوئے کیوں نہ غرقِ دریا
نہ کبھی جنازہ اٹھتا، نہ کہیں مزار ہوتا

غالبؔ

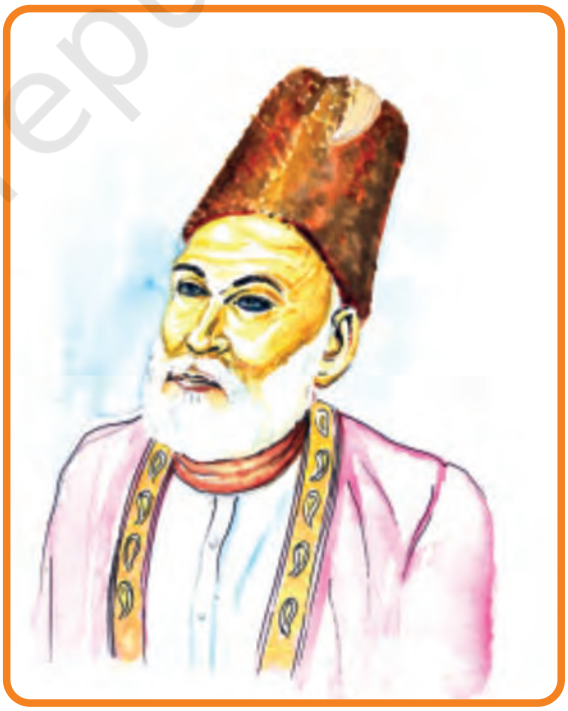

(1797-1869)

© NCERT not to be republished

ذیل میں ''ادبی تحریر'' کے کچھ نمونے پیش کیے جا رہے ہیں:

گرم کوٹ : راجندر سنگھ بیدی	غور کیجیے
''نئے نئے سوٹ پہننا اور خوب شان سے رہنا ہمارے افلاس کا بدیہی ثبوت ہے۔ ورنہ جو لوگ حقیقتاً امیر ہوتے ہیں، وہ ظاہری بناوٹ کی چنداں پروا نہیں کرتے۔'' (1915-1984)	اس اقتباس میں بیدی نے ہمارے معاشرے میں غریبی کے مسئلے اور ظاہرداری یا دکھاوے کی طرف اشارہ کیا ہے۔

غور کیجیے	پہاڑ اور گلہری : اقبال
نظم کے اس حصّے میں خیال کی پرواز اور دو بے زبانوں کے درمیان ڈرامائی گفتگو کی لطیف مثال پیش کی گئی ہے۔	کوئی پہاڑ یہ کہتا تھا اک گلہری سے تجھے ہو شرم، تو پانی میں جا کے ڈوب مرے ذرا سی چیز ہے، اس پر غرور! کیا کہنا یہ عقل اور یہ سمجھ، یہ شعور! کیا کہنا! تری بساط ہے کیا میری شان کے آگے؟ زمیں ہے پست مری آن بان کے آگے

میں، وہ : شفیع جاوید	غور کیجیے
''وہ عہد و پیماں کے جزیرے جہاں محبت کی فصلیں اُگتی تھیں، تمھارے لائے ہوئے زہر کے سمندر میں ڈوب گئے۔ اب تم مجھ سے پوچھتے ہو کہ میں کون ہوں؟ دل کا دروازہ بند ہو جاتا ہے تو لوگوں کی پہچان بھی بند ہو جاتی ہے۔''	افسانے کے اس اقتباس میں رشتوں کے بکھرنے اور بھیڑ میں تنہائی کے احساس کو مؤثر انداز میں پیش کیا گیا ہے۔

© NCERT not to be republished

ہماری گائے : اسمٰعیل میرٹھی		غور کیجیے
جس نے ہماری گائے بنائی جس نے پلائیں دودھ کی دھاریں سبزے کو پھر گائے نے کھایا دودھ بنی وہ گائے کے تھن میں	رَب کا شکر ادا کر بھائی اُس مالک کو کیوں نہ پکاریں خاک کو اُس نے سبزہ بنایا کل جو گھاس چری تھی بن میں	نظم کے ان اشعار میں آس پاس موجود عام چیزوں کا تعارف کرایا گیا ہے۔

(1843/44-1917)

سرگرمی 1.11

نثر اور نظم سے ایک ایک ایسا اقتباس منتخب کیجیے جو ادبی تحریر کی مثال ہو۔ اپنے انتخاب کی وجہ بھی لکھیے۔

غور کیجیے	نام دیومالی: مولوی عبدالحق
اس اقتباس میں مشاہدے و تجربے کا عالمانہ اور سنجیدہ بیان نظر آتا ہے۔	''کام اسی وقت تک کام ہے جب اس میں لطف آنے لگے۔ بے مزا کام، کام نہیں بے گار ہے۔''

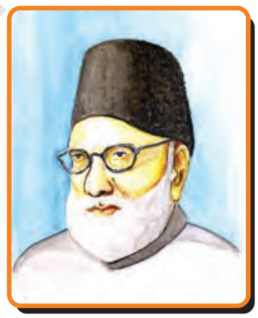

(1870-1961)

2.2 میڈیا تحریر

واقعات وحادثات، خیالات وتجربات، تصورات ونظریات، علوم وفنون اور تفریح ومعلومات سے متعلق تصدیق شدہ تحریر کو ''ترسیلی تحریر'' یا ''میڈیا تحریر'' کہتے ہیں۔ کچھ عرصے پہلے تک ترسیل کی دنیا اخبارات تک ہی محدود تھی۔ لیکن آج کے دور میں ترسیلی نظام پر الیکٹرانک میڈیا (Electronic Media) کا راج ہے۔ برقی مواصلات کا سفر ریڈیو سے شروع ہو کر ٹیلی ویژن، موبائل اور انٹرنیٹ تک پہنچ گیا ہے۔

عوامی ترسیل کے شعبے میں ''زبان'' ایک بنیادی وسیلہ ہے۔ ہم سب جانتے ہیں کہ زبان کے بغیر مؤثر ترسیل ممکن نہیں۔ محض اشاروں، حرکتوں اور چہرے کے تاثرات سے ہم دوسروں تک اپنے خیالات کی مکمل اور مؤثر ترسیل نہیں کر سکتے۔ اس لیے پرنٹ اور الیکٹرانک دونوں ہی قسم کے میڈیا کے لیے تحریر کی ضرورت پیش آتی ہے۔ میڈیا تحریر کی زبان آسان اور سادہ ہونی چاہیے۔ مشکل

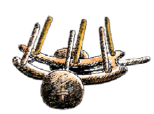

الفاظ اور ابہام سے پرہیز کرنا بھی ضروری ہے۔ اخبارات کی زبان کے مقابلے ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر نشر ہونے والی میڈیا تحریر میں زیادہ احتیاط برتنی چاہیے کیوں کہ ضروری نہیں کہ سامع و ناظر پڑھے لکھے ہوں۔ میڈیا تحریر میں سب سے زیادہ اہمیت ''ترسیل'' کی ہوتی ہے۔ اگر میڈیا تحریر قاری، سامع اور ناظر کی سمجھ میں نہیں آئی تو یہ بے معنی ہوجائے گی اور اس کا مقصد فوت ہوجائے گا۔ اس لیے میڈیا میں ایسی زبان استعمال کرنی چاہیے کہ عرضِ مطلب واضح طور پر ادا ہوسکے اور وہی معنی ومفہوم برآمد ہو جسے بیان کرنا مقصود ہے۔ میڈیا تحریر میں روز مرّہ کے الفاظ اور سادہ زبان استعمال کی جاتی ہے تاکہ قارئین اور ناظرین کو خبروں اور اطلاعات و معلومات سے باخبر کیا جاسکے اور ترسیل میں کوئی رکاوٹ نہ ہو۔

صحافتی دنیا کی سرگرمیوں میں وقت کی قید ہوتی ہے۔ معمولی سی تاخیر سارے نظام کو متاثر کرسکتی ہے۔ صحافتی تحریر میں غوروفکر کرنے اور زبان کو سجانے سنوارنے کی مہلت کم ہوتی ہے۔ اس کے باوجود اس میں استعمال ہونے والی زبان ایسی ہونی چاہیے کہ وہ سماج کے ہر طبقے

ریڈیو، ٹیلی ویژن، کمپیوٹر، کیبل ٹی وی، ہوم ویڈیو، سیٹلائٹ اور انٹرنیٹ وغیرہ نے دنیا میں نشریات کا ایسا جال بچھا دیا ہے کہ وسیع و عریض دنیا گھر آنگن اور ڈرائنگ روم میں سمٹ کر آگئی ہے۔ آج گھر کی کھڑکیوں سے پورے عالم کا نظارہ کیا جاسکتا ہے۔ اسی لیے مارشل میکلوہان (Marshall McLuhan) نے آج کی دنیا کو ''گلوبل گاؤں'' کے نام سے موسوم کیا ہے۔ اس سے جہاں ایک طرف علوم وفنون، سائنس اور تعلیم وتفریح کے وافر سامان مہیا ہوئے ہیں، وہیں یہ انسانی جذبات و احساسات اور خیالات کو بھی بالواسطہ یا بلا واسطہ طور پر متاثر کررہی ہے۔

(1928-2012)

— دیوندر اسّر

سرگرمی 1.12

اپنے اسکول یا محلے کے کچھ اہم واقعات اور مسائل قلم بند کیجیے۔

کسی مخاطب گروہ سے ترسیل کا رشتہ قائم کرتے وقت سب سے بنیادی ضرورت اسی امر کی ہوتی ہے کہ مخاطب کرنے والے اور مخاطب کیے جانے والوں کے درمیان ایک ذہنی اور معنوی ہم آہنگی قائم ہو۔ اس مقصد کے پیشِ نظر مخاطب فرد یا گروہ کو یہ یقین دلانا لازمی ہوتا ہے کہ کہنے والا اپنی بات پوری سچائی اور خلوص سے کہہ رہا ہے اور وہ بات سننے والے کے اپنے مفاد میں بھی ہے دوسرے لفظوں میں، پیغام اور اس کی ترسیل مؤثر اور معتبر ہونے چاہئیں۔

- عرفان صدیقی

سے تعلق رکھنے والے لوگوں کی سمجھ میں آجائے۔ دراصل میڈیا تحریر کا بنیادی مقصد اپنی بات لوگوں تک پہنچانا یعنی ترسیل ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ میڈیا تحریر کے مقاصد میں ذہن سازی اور قاری کو لطف اندوز کرنا بھی شامل ہے جن کے بارے میں ہم اگلے ابواب میں تفصیل کے ساتھ پڑھیں گے۔

خبروں کی ترسیل میں اگرچہ وقت کی قید ہوتی ہے اور انھیں عجلت میں تحریر کیا جاتا ہے لیکن ان خبروں پر مبنی تبصروں، اداریوں، فیچروں اور خصوصی شماروں کی تیاری کے لیے نسبتاً زیادہ وقت ملتا ہے۔ اسی طرح روز ناموں کے مقابلے سہ روزہ، ہفت روزہ، پندرہ روزہ اور ماہناموں نیز سہ ماہی رسائل و جرائد کے ضمن میں واقعات و حادثات اور حقائق کو تحریر کرنے اور ان پر رائے یا تبصرہ دینے کے لیے کافی وقت ہوتا ہے۔ اس لیے ان میں زبان کی چاشنی اور بیان کے چٹخارے کی بھی گنجائش ہوتی ہے۔ ریڈیو اور ٹیلی ویژن نشریات میں کلپنگ، موسیقی اور وائس اوور (Voice-over) کے ذریعے رپورٹ کی تزئین کاری کر کے اُسے مزید دلچسپ اور دیدہ زیب بنایا جاتا ہے۔ محاوروں، کہاوتوں، اقوال، اشعار کے برجستہ استعمال سے بھی زبان و بیان میں جاذبیت پیدا کی جاتی ہے۔

بہرحال دونوں ہی صورتوں میں ''میڈیا تحریر'' کی اہمیت و افادیت مسلّم ہے۔ انفارمیشن ٹیکنالوجی کے اس دور میں میڈیا کے لیے لکھنے والوں کی مانگ روز بروز بڑھتی جارہی ہے۔

© NCERT not to be republished

ذیل میں میڈیا تحریر کے کچھ نمونے پیش کیے جا رہے ہیں:

➢ **انتظامی امور سے متعلق خبر**

ووٹر شناختی کارڈ بنانے کی مہم	غور کیجیے
دہلی کے چیف الیکٹورل افسر نے کہا ہے کہ جن لوگوں کے نام موجودہ ووٹر لسٹ میں نہیں ہیں وہ لوگ دوبارہ درخواست دے سکتے ہیں۔ خواہش مند افراد اپنا نام دہلی کے چیف الیکٹورل افسر کے دفتر کی ویب سائٹ سے چیک کریں تاکہ وقت پر اپنا نام ووٹر لسٹ میں شامل کرا سکیں۔ انھوں نے بتایا کہ لوگوں میں بیداری پیدا کرنے کے لیے ایک مہم چلائی جائے گی۔ انھوں نے مزید کہا کہ لٹریری آرٹ کونسل کے تعاون سے دہلی کے اہم میٹرو اسٹیشنوں پر نکڑ ناٹک منعقد کرائے جائیں گے۔	• آسان الفاظ • زبان سادہ • جملے مختصر • اضافت سے اجتناب • انگریزی کی مانوس اصطلاحات • اطلاعات کی ترسیل کو اولین ترجیح

➢ **بین الاقوامی اقتصادی حالات پر تبصرہ**

غور کیجیے	معاشی بحران کا خاتمہ
• مشکل الفاظ • طویل جملے • اضافتوں کا استعمال اطلاعات کے مقابلے خیالات کی ترسیل کو ترجیح • غیر مانوس اصطلاحات 	2014 میں دنیا کی معاشی صورتِ حال میں خاصی تبدیلی واقع ہوئی۔ عالمی اقتصادی بحران کے نتیجے میں جو بھونچال امریکہ اور مغربی دنیا میں آیا تھا وہ نہ صرف تھم گیا بلکہ ان ممالک کی معیشتیں بڑی تیزی سے بحال ہونا شروع ہوئیں۔ دوسری جانب عالمی منڈیوں میں تیل کی قیمت کم ہونے پر جہاں دنیا کے کچھ حصّوں میں جشن منایا جا رہا ہے تو بعض ممالک میں صفِ ماتم بچھ گئی ہے۔ سیاسی معاملات سے جڑے اقتصادی معاملات نے بھی 2014 میں کچھ اہم تبدیلیوں کا اشارہ دیا...... اس سلسلے میں امریکہ کی معیشت کی بحالی نے ڈرائیونگ فورس کا کام کیا اور اس کی شرحِ نمو بڑھنے کے ساتھ ہی یورپ کی تجارتی منڈیوں میں بھی مثبت اشارے ملے۔

© NCERT not to be republished

حادثے کی خبر

ایئر ایشیا کے طیارے کے ملبے کی تلاش جاری

جکارتہ/ سنگاپور۔ ایئر ایشیا کے بدقسمت طیارے کا ملبہ اور اس میں سوار افراد کی لاشیں ملنے کا سلسلہ جاری ہے۔ طیارہ اتوار کو پُراسرار طریقے سے جاوا کے سمندر پر حادثے کا شکار ہو گیا تھا۔

تلاشی مہم میں مصروف ٹیموں نے اب تک 22 لاشیں برآمد کر لی ہیں اور سمجھا جاتا ہے کہ دیگر کئی مسافروں کی لاشیں سیٹوں کے نیچے پھنسی ہوئی ہو سکتی ہیں۔ بین الاقوامی بچاؤ ٹیمیں عصری سمندری آلات سے لیس ہیں اور طیارے کے ملبے میں بلیک باکس اور مزید لاشوں کی تلاش جاری رکھے ہوئے ہیں۔

غور کیجیے

- اطلاع رسانی کے ساتھ ساتھ تاسف اور افسردگی کا امتزاج
- امید و امکانات کے درمیان کارروائی کی خبر
- عالمی برادری کا تال میل
- انگریزی اصطلاحات کا استعمال

کھیل کی خبر

ہندوستانی خواتین ٹیم نے مالدیپ کو روندا

ہندوستانی خاتون فٹ بال ٹیم نے ایشین گیمز میں اپنی مہم کی زوردار شروعات کرتے ہوئے گروپ-اے کے ایک میچ میں مالدیپ کو 0-15 سے روند دیا۔ اس جیت کے ساتھ ہی ہندوستان کا ان کھیلوں کے کوارٹر فائنل میں پہنچنا تقریباً طے ہو گیا ہے۔

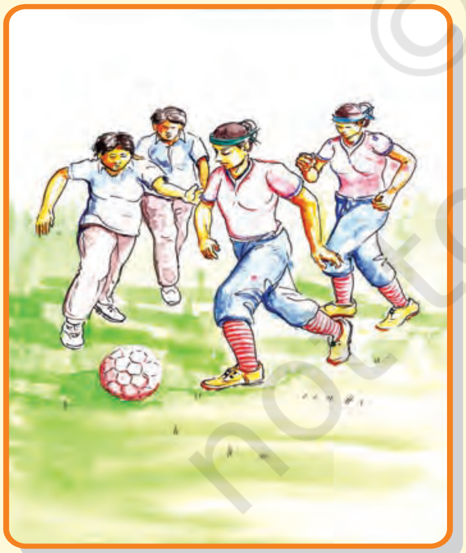

غور کیجیے

- انگریزی اصطلاحات کا استعمال
- جوشیلا بیان
- سبقت لے جانے کا جذبہ اور آگے بڑھنے کی اُمید

© NCERT not to be republished

ستیارتھی اور ملالہ کو نوبل انعام	غور کیجیے
اوسلو۔ بچپن بچاؤ تحریک کے بانی کیلاش ستیارتھی اور لڑکیوں کی تعلیم کی حامی پاکستان کی ملالہ یوسف زئی کو آج مشترکہ طور پر امن کے نوبل پرائز سے سرفراز کیا گیا۔ نوبل پرائز کی تاریخ میں یہ پہلا موقع ہے جب کسی ہندوستانی اور پاکستانی کو مشترکہ طور پر اس پرائز سے نوازا گیا ہے۔ ذاتی طور پر بہادری کا ثبوت پیش کرنے اور بچوں اور نوجوانوں کے استحصال کے خلاف ان کی جدوجہد کے علاوہ بچوں کی تعلیم کے حقوق کے لیے کام کرنے کے سبب ستیارتھی اور ملالہ کو یہ پرائز پیش کیا گیا۔	• سماجی اور تعلیمی امور سے متعلق خبر • مناسب الفاظ کا انتخاب • اطلاع کے ساتھ ساتھ تعارف پر زور • دونوں انعام یافتگان کو مساوی اہمیت

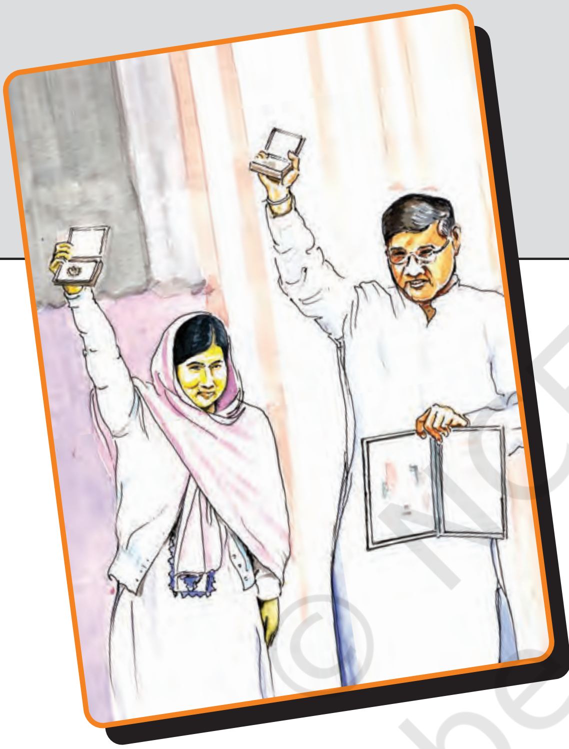

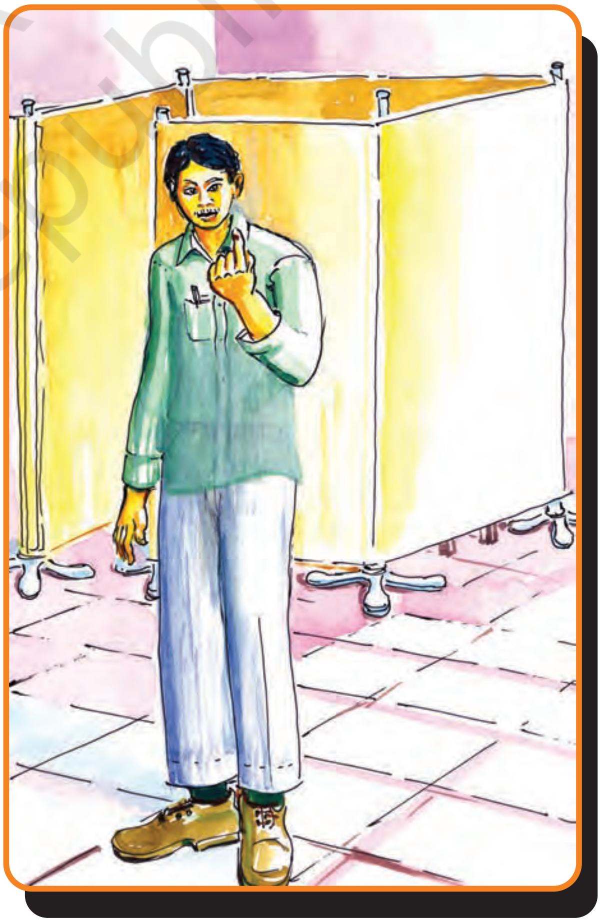

سرگرمی 1.13

اپنے اسکول میں حالیہ دنوں میں کھیلے گئے کسی میچ کی روداد کو خبر کی شکل میں لکھیے اور مناسب عنوان بھی تجویز کیجیے۔ اس سرگرمی کو کرنے کے لیے آپ کسی اردو اخبار کے 'کھیل کود' کے صفحات سے مدد لے سکتے ہیں۔

© NCERT not to be republished

2.3 ترجمہ

کسی ایک زبان کے متن یا مواد کو کسی دوسری زبان میں منتقل کرنے کو ترجمہ کہتے ہیں۔ اس عمل میں زبان والفاظ کے ساتھ ساتھ معنی ومفہوم اور معلومات وخیالات بھی دوسری زبان میں منتقل ہوجاتے ہیں۔ ترجمہ نگار یا مترجم الفاظ کے انتخاب، جملوں کی ترتیب اور زبان کے مزاج کو بھی مدِّ نظر رکھتا ہے۔ ترجمے کے لیے اسے متن کی اصل زبان (Source Language) اور ترجمے کی زبان (Target Language) دونوں پر ہی عبور حاصل ہونا ضروری ہے تاکہ ایک زبان کے معنی ومفہوم کو دوسری زبان میں اس طرح منتقل کیا جاسکے کہ اصل متن کی خوبیاں، اثرات اور مطالب اسی طرح برقرار رہیں۔ مترجم کو دونوں زبانوں کی تہذیب، سماجی رویّے اور محاوروں سے بھی واقفیت ہونی چاہیے۔ ترجمہ نگاری میں خاصی مہارت اور ریاضت کی ضرورت ہوتی ہے۔

ترجمہ نگار کو زبان کے ساتھ ساتھ موضوع کی بھی معلومات ہونی چاہیے۔ دونوں زبانوں میں مروّجہ اصطلاحات کا علم بھی ضروری ہے۔ بعض اوقات مترجم کو اصطلاحات وضع کرنی پڑتی ہیں اور کبھی کبھی عام استعمال کے سادہ الفاظ کا انتخاب کرنا ہوتا ہے۔ محض لفظ کے بدلے دوسری زبان کا لفظ لکھ دینے سے ترجمہ نہیں ہوتا۔ پورے جملے کے مفہوم کو سمجھ کر ترجمے کی زبان میں جملہ لکھا جاتا ہے۔ ہر موضوع کے اپنے تقاضے ہوتے ہیں۔ قانونی معاملات کی زبان، مذہبی موضوعات کی زبان اور عمومی موضوعات وغیرہ کی زبان ایک دوسرے سے مختلف ہوتی ہے۔ ترجمہ نگار کو ان سبھی کی سمجھ ہونی لازمی ہے۔ موضوعات کے اعتبار سے تراجم کو تخلیقی ادب، سائنسی علوم، سماجی علوم، مذہب اور صحافت کے خانوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ ترجمہ نگار کو اپنے موضوع کے مطابق الفاظ کے انتخاب، اصطلاحات کی تشکیل اور لسانی ڈھانچے کی بھی سمجھ ہونی چاہیے۔

آج انفارمیشن ٹیکنالوجی کے دور میں دنیا نے ایک چھوٹے سے گاؤں کی شکل اختیار کرلی ہے۔ دنیا بھر کے لوگ انٹرنیٹ کے ذریعے ایک دوسرے سے براہِ راست رابطے میں ہیں۔ مختلف ممالک میں ہزاروں زبانیں بولی جاتی ہیں۔ لوگ ایک دوسرے کی زبان سیکھنے اور معلومات کا تبادلہ کرنے میں دلچسپی لیتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ایک دوسرے کی زبانیں سیکھے بغیر ہم ایک دوسرے کے خیالات، تہذیب وتمدن اور علم وادب سے واقف نہیں ہوسکتے۔ یہ بھی ممکن نہیں کہ ایک انسان دنیا کی تمام زبانیں سیکھ لے۔ اس لیے مختلف زبانیں بولنے والوں کے درمیان رابطے اور میل جول کے لیے ترجمے کا سہارا لینا ناگزیر ہوجاتا ہے۔ ترجمہ

سرگرمی 1.14

اپنی دلچسپی کی ایک خبر کا انتخاب کرکے اس کا ترجمہ کسی دوسری زبان میں کیجیے (انگریزی سے اردو یا ہندی سے اردو)۔

© NCERT not to be republished

ہماری ترسیلی صلاحیتوں کو علاقائی یا قومی سطح سے اوپر اٹھا کر عالمی یا بین الاقوامی معیار کا بنا دیتا ہے۔ ہم اپنی معلومات پوری دنیا تک پہنچا سکتے ہیں۔ اسی طرح دوسروں کے تجربات سے بھی فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ معلومات کا ذخیرہ روز بروز بڑھتا ہی جا رہا ہے۔ ترجمے کا فن اس ذخیرے میں مزید ربط و تسلسل اور وسعت پیدا کر دیتا ہے۔ دنیا کے ایک گوشے میں ہونے والی ایجاد، تخلیق اور تحقیق پر دوسرے گوشے کے لوگ اپنی رائے دیتے ہیں اور اسے مزید آگے لے جاتے ہیں۔ اس پورے عمل میں ''ترجمہ'' رابطہ کار کے فرائض انجام دیتا ہے۔ اگر جرمنی میں ہونے والی ایجاد سے متعلق معلومات یا ہندوستان میں تخلیق ہونے والے اردو ادب کا انگریزی میں ترجمہ نہیں کیا جائے تو اسے امریکہ اور برطانیہ کے لوگ نہیں سمجھ سکیں گے۔ مختصر یہ کہ انسان کے باہمی ربط ضبط اور ارتقا میں ترجمہ نہایت اہم کردار ادا کرتا ہے۔ آئندہ ابواب میں ہم تفصیل کے ساتھ ان کے بارے میں پڑھیں گے۔

سچن تندولکر کو ہمیشہ اعلیٰ توصیفی کلمات کے ساتھ یاد کیا جاتا رہا ہے اور ایک قومی آئیڈیل کا ہالہ اُن کے اردگرد پھوٹتا نظر آتا ہے۔ اُن کی شخصیت اس امر کی درخشاں مثال رہی ہے کہ ذہن کی یکسوئی کن کامیابیوں کی ضمانت ہو سکتی ہے۔ بلاشبہ وہ باصلاحیت ہیں، لیکن انھوں نے ان صلاحیتوں کو خود نکھارا ہے اور اُن کے تئیں قومی ستائش اس لیے ہے کیونکہ انھوں نے اولوالعزمی کے ساتھ یہ راستہ دکھایا ہے۔

Sachin Tendulkar is always accompanied by superlatives and has an aura of a national icon. He has been a sterling example of what single minded devotion can achieve. He has talent no doubt, but he built on that and the national admiration for him is because he has shown the way with ferocious determination.

ایک اعلیٰ درجہ کے پیشہ ور کھلاڑی کے طور پر بیس برس گزارنا ہی اپنے آپ میں ایک بڑی کامیابی ہے اور انھیں ایک بار بھی ہندوستانی ٹیم سے نہیں نکالا گیا سوائے اس کے کہ چوٹ لگنے کے باعث اُنھوں نے خود ٹیم سے الگ رہنا پسند کیا ہو۔ یہ اُن کی باکمال مستقل مزاجی ہے جو اُن کے لاکھوں شائقین کو اُن کا گرویدہ بناتی ہے۔ ماہر موسیقار سچن دیو برمن کے نام پر رکھے گئے اُن کے نام سچن نے بلاشبہہ جاوداں ستائش کی قومی نغمگی کو چھیڑا ہے۔

To spend twenty years as a top-class professional itself is achievement enough and he hasn't been dropped from the Indian team even once, unless he opted out due to injuries. It is that sheer doggedness that fascinates millions of his fans. Sachin, named after the music maestro Sachin Dev Burman, has indeed whipped up a national orchestra of perpetual adulation.

© NCERT not to be republished

باب 3

جملہ، پیراگراف اور بیان کے اسالیب

3.1 جملے کی ساخت

ہم اپنی بات لفظوں کی مدد سے کہتے ہیں۔ لیکن چند الفاظ کو بغیر کسی ترتیب کے جمع کر دینے سے بات نہیں بنتی۔ بولنے یا لکھنے سے بات واضح نہیں ہوتی۔ ہم جو کچھ کہنا چاہتے ہیں اس کا مفہوم تب ہی مکمل ہوتا ہے جب الفاظ ایک خاص ترتیب سے آئیں۔ الفاظ کی یہ ترتیب کم و بیش زبان کے قواعد کے مطابق ہوتی ہے۔ لفظوں کو ایک خاص ترتیب میں رکھ کر ہم اپنی بات دوسروں تک پہنچاتے ہیں۔ اس طرح لفظوں سے جملے بنتے ہیں۔ گویا جملے کی تعریف یہ ہوئی کہ

لفظوں کا ایسا مجموعہ جو معنی کے لحاظ سے مکمل ہو اور زبان کے قواعد کے مطابق ہو، جملہ کہلاتا ہے۔

بولتے وقت جملے کی ساخت پر بہت زیادہ توجہ نہیں دی جاتی لیکن لکھتے وقت جملے کی ساخت پر خاص توجہ دینا ضروری ہے۔ ہم اپنی بات تب ہی پورے اعتماد سے کہہ سکتے ہیں جب ہمارے جملے ترسیلِ خیال میں پوری طرح معاون ہوں۔ بعض اوقات جملے میں لفظ کی جگہ کو ذرا سا تبدیل کرنے یا اس میں اضافہ کرنے سے معنی میں فرق پیدا ہو جاتا ہے۔ مثلاً درج ذیل جملے دیکھیے:

- آپ نے یہ بات کہی تھی۔
- آپ نے ہی یہ بات کہی تھی۔
- آپ نے یہی بات کہی تھی۔

پہلا جملہ یہ بتاتا ہے کہ کسی نے کوئی بات کہی تھی جو اسے یاد دلائی جا رہی ہے۔ دوسرے جملے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کسی اور نے نہیں، ایک خاص آدمی نے یہ بات کہی تھی اور اسے یاد دلایا جا رہا ہے کہ آپ نے ہی یہ بات کہی تھی۔ تیسرے جملے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کہنے والے نے کوئی اور بات نہیں کہی، یہی بات کہی تھی۔

© NCERT not to be republished

کسی بھی جملے کو مؤثر بنانے کے لیے چند باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

- ◈ خیال کی وحدت
- ◈ لفظوں کی مناسب ترتیب
- ◈ لفظوں کی مناسب ترتیب سے پیدا ہونے والا تاثر/ زورِ بیان

ایک جملے میں کوئی ایک بات کہی جاتی ہے۔ کبھی کبھی ایک جملے میں دو باتیں بھی آجاتی ہیں۔ لیکن بنیادی طور پر وہ مرکزی نقطے سے جڑی ہوتی ہیں۔ مثلاً درجِ ذیل جملے دیکھیے:

- ◈ میں گھر جاؤں گا۔
- ◈ میں ٹیکسی سے گھر جاؤں گا۔
- ◈ میں گھر جانے کے لیے ٹیکسی ہی لوں گا۔

پہلے جملے میں گھر جانے کی بات کہی گئی ہے۔ یہاں ایک ہی بات کا ذکر ہے۔ دوسرے جملے میں ٹیکسی سے گھر جانے کا ارادہ ظاہر کیا گیا ہے۔ تیسرے جملے میں گھر جانے کے لیے ٹیکسی لینے کا عزم ظاہر کیا گیا ہے۔

کبھی کبھی کسی جملے میں خیال کی وحدت مجروح بھی ہوجاتی ہے۔ ایسے جملے مکمل ہونے کے باوجود اچھے جملے نہیں کہے جاسکتے، مثلاً

”سرسید احمد خاں 1817 میں پیدا ہوکر اردو کے نامور ادیب کی حیثیت سے مشہور ہوئے۔“

مندرجہ بالا جملہ قواعد کے مطابق ہونے کے باوجود خیال کی وحدت نہیں رکھتا۔ 1817 میں سرسید کا پیدا ہونا ایک بات ہے اور اردو کے نامور ادیب کی حیثیت سے ان کا مشہور ہونا دوسری بات ہے۔ دونوں باتوں کو ایک جملے میں بغیر کسی معنوی ربط کے بیان کردیا گیا ہے۔ اس کی وجہ سے جملہ ناقص ہوگیا ہے۔ لکھتے وقت اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ جملے میں کسی ایک بات پر ہی توجہ مرکوز رکھی جائے۔

سرگرمی 1.15

درج ذیل جملوں کو اس طرح لکھیے کہ وحدتِ خیال مجروح نہ ہو:

- اسکول پہنچ کر وہ چھٹی ہوتے ہی گھر چلا گیا۔
- میں دن میں کھانا کھا کر رات میں سوؤں گا۔
- میں ابھی خط لکھ کر پرسوں علی گڑھ جاؤں گا۔

جملے کی نمود کا اصل مقصد اظہار یا بیان ہے جو عملی طور پر تقریر یا تحریر کے ذریعے ممکن ہوتا ہے۔ تقریر میں ایک متکلم یا مرسِل (Encoder) کے علاوہ ایک سامع یا مفہم (Decoder) کا موجود ہونا لازمی ہے۔ ان دو عوامل کی موجودگی سے جو لسانی ترسیل و توصیل؛ (Communication) ہوتی ہے اسے کلام بلاواسطہ (Direct Speech) کہتے ہیں جو جملے کی نمود کا فوری تجربہ ہوتا ہے۔ اگر کچھ مدّت گزرنے کے بعد پیشتر کا کوئی لسانی تعمل کسی دوسرے متکلم کے ذریعے دہرایا گیا تو اب اس کا کلام بالوسطہ (Indirect Speech) کہلائے گا۔

—سلیم شہزاد

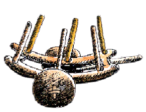

© NCERT not to be republished

3.1.1 لفظوں کی مناسب ترتیب

لفظوں کی موزوں ترتیب کے بغیر ہم اپنی بات دوسروں تک مناسب طور پر پہنچا ہی نہیں سکتے۔ مثلاً مندرجہ ذیل جملوں پر غور کیجیے:

◈ یہ آپ کی کتاب ہے۔ ◈ یہ کتاب آپ کی ہے۔

◈ آپ کی یہ کتاب ہے۔

پہلے جملے میں یہ کہا جا رہا ہے کہ یہ کتاب فلاں شخص کی ہے۔ دوسرے جملے میں کتاب پر زور ہے اور بتایا جا رہا ہے کہ کس کی ہے۔ تیسرے جملے میں یہ بتایا جا رہا ہے کہ کوئی اور کتاب نہیں، بلکہ "یہ کتاب" آپ کی ہے۔

لفظوں کی مناسب ترتیب نہ ہونے سے اور لہجے کے اتار چڑھاؤ سے معنی خبط ہو جاتے ہیں بلکہ کبھی کبھی معنی کچھ کے کچھ ہو جاتے ہیں۔ مندرجہ ذیل جملہ دیکھیے:

◈ بینک میں اپنی محنت سے اس نے جو کچھ کمایا جمع کر دیا۔

اس جملے سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ اس نے بینک میں جو رقم جمع کی وہ بینک کی ملازمت کے دوران کمائی گئی تھی یا کہیں اور سے کمائی ہوئی رقم بینک میں جمع کی گئی ہے۔ یہ مغالطہ جملے میں لفظوں کی نامناسب ترتیب کی وجہ سے پیدا ہوا ہے۔ اس جملے کو اس طرح بھی لکھا جا سکتا ہے۔

◈ اس نے اپنی محنت سے کمائی ہوئی رقم بینک میں جمع کر دی۔

➢ تعقید

آوازوں کے مجموعے کا نام 'لفظ' ہے۔ ہر لفظ کے کوئی ایک یا ایک سے زیادہ معنی ہوتے ہیں۔ معنی بھی دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک لغوی معنی یعنی وہ معنی جو لغت میں درج ہیں۔ دوسرے وہ جو مجازی کہلاتے ہیں جنھیں ہم استعاراتی معنی بھی کہتے ہیں۔ لفظ کو استعاراتی یا مجازی معنی میں شاعری میں استعمال کیا جاتا ہے۔ لفظ سے بڑا "فقرہ" ہوتا ہے جسے دو چار لفظوں پر مشتمل نامکمل جملہ بھی کہہ سکتے ہیں جیسے 'صحن کے بیچوں بیچ' – یہ ایک فقرہ ہے جو کہ ادھورا ہے۔ ادھورا اس لیے

سرگرمی 1.16

مندرجہ ذیل جملوں کو پڑھیے اور ان کی ترتیب درست کیجیے۔

- وہ خوب صورت گلے کا ہار ہے۔
- یہ خوب صورت آنکھوں کا فریم ہے۔
- یہ اعلیٰ درجہ کا کھانا ہوٹل سے لایا گیا ہے۔

© NCERT not to be republished

ہے کہ اس میں نہ تو اسم ہے نہ ضمیر ہے۔ جیسے میں، وہ، یہ یا احمد وغیرہ۔ اس میں 'فعل' بھی نہیں ہے۔ جس سے کسی کام کا ہونا ظاہر ہو، نہ یہ پتہ چلتا ہے کہ اس کام کا کس پر اثر ہوا ہے۔ یعنی مفعول نہیں ہے اور نہ امدادی فعل ہے۔ ہمیں یہ بھی پتہ نہیں چلتا کہ یہ فعل کس زمانے میں واقع ہوا ہے۔ فاعل، فعل اور مفعول بھی اسی ترتیب کے ساتھ جب کسی کلام میں واقع ہوتے ہیں تو جملہ مکمل ہو جاتا ہے۔ جیسے 'صحن کے بیچوں بیچ' کے بجائے اگر الفاظ کی ترتیب اس طرح ہو تو اسے ہم مکمل جملہ کہیں گے:

'احمد صحن کے بیچوں بیچ کھڑا ہے'

اب یہ جملہ پورے معنی دے رہا ہے کیونکہ جملے کے اجزا ایک دوسرے کے ساتھ مربوط ہیں۔ لیکن اگر یہی جملہ اس طرح ادا کیا گیا ہو:

کھڑا ہے بیچوں بیچ صحن کے احمد

تو قواعد کی رو سے اسے تعقیدِ لفظی کہیں گے یعنی اجزائے کلام کا جگہ سے بے جگہ ہونا۔ تعقید کے لغوی معنی صاف بات نہ کہنے کے ہیں۔ کیفی چریا کوٹی نے ایک بڑی اچھی مثال دی ہے۔ وہ کہتے ہیں 'مثلاً قاعدہ یہ ہے کہ حرفِ نافیہ (یعنی نہ) فعل سے پہلے آئے۔ ایک جملہ ہے ''تم نہ جاؤ'' معنی ظاہر ہیں کہ متکلّم (بات کرنے والا) چاہتا ہے کہ مخاطب نہ جائے۔ اب اگر اسی کو الٹ کر کہا جائے ''تم جاؤ نہ'' تو یہ جملہ متکلّم کی طرف سے فوراً چلے جانے پر دلالت کرے گا۔ یعنی ''تم جاتے کیوں نہیں۔'' گویا صرف ''نہ'' کی جگہ بدلنے سے معنی بالکل اُلٹ گئے۔ ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ جملہ دو تین لفظوں پر بھی مشتمل ہو سکتا ہے۔ جیسے ''تمھیں آنا تھا'' یا ''ابھی کون آیا'' وغیرہ۔ ان جملوں میں بات ادھوری نہیں ہے، پوری ہو گئی ہے۔ اکثر یہ دیکھا گیا ہے کہ تعقید کے باعث بات کو سمجھنے میں دشواری ہوتی ہے یا دیر لگتی ہے۔ جیسے غالبؔ کا شعر ہے:

لیتا، نہ اگر دل تمھیں دیتا، کوئی دم چین
کرتا، جو نہ مرتا، کوئی دن آہ و فغاں اور

اس شعر کا اصل مفہوم یوں ہے کہ اگر تمھیں دل نہ دیتا تو کوئی دَم اور چین لیتا اور جو نہ مرتا تو کوئی دن اور آہ و فغاں کرتا۔

© NCERT not to be republished

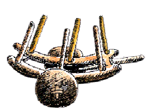

شاعری میں تعقید کی مثالیں زیادہ واقع ہوتی ہیں کیونکہ بحر کی پابندی کی وجہ سے مصرعے میں اجزائے کلام کی ترتیب کو نثری جملے کی طرح قائم رکھنا مشکل ہوتا ہے۔شعرا نے ایسے شعر بھی کہے ہیں جن میں اجزائے کلام کی ترتیب نثری جملے کی طرح قائم ہوتی ہے۔اس طرح کی صورت ان اشعار میں زیادہ ہوتی ہے جو سہلِ ممتنع کے ذیل میں آتے ہیں، جیسے

تم مرے پاس ہوتے ہو گویا
جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا

سہلِ ممتنع کے اشعار بظاہر سادہ ہوتے ہیں لیکن بغور پڑھنے پر پتہ چلتا ہے کہ ان کے باطن میں گہرے معنی چھپے ہیں۔

تعقید لفظی کے علاوہ تعقید معنوی کی مثالوں سے بھی اکثر سابقہ پڑتا ہے۔اس طرح کے جملوں یا مصرعوں میں معنی و مفہوم کے اعتبار سے جو پیچیدگی یا ابہام پیدا ہوتا ہے اس کی ایک وجہ تعقید معنوی بھی ہوتی ہے جیسے غالب کے اس شعر میں تعقید معنوی کا ایک خاص سبب یہ ہے کہ شعر کا مصرعۂ اولیٰ خود مکتفی نہیں ہے۔یعنی معنی و مفہوم کے اعتبار سے مکمل نہیں ہے۔ درمیان میں شاعر کے تخلص اسؔد نے دونوں مصرعوں میں اور دوری پیدا کر دی ہے جس کی وجہ سے تعقید معنوی پیدا ہوگئی ہے اور اسی باعث شعر میں ابہام بھی واقع ہوا ہے۔

ہم مشقِ فکرِ وصل و غمِ ہجر سے، اسؔد!
لائق نہیں رہے ہیں غمِ روزگار کے

شعر کا مطلب ہے اے اسؔد، ہم اس قدر وصالِ یار کی فکر اور ہجر کے غم میں گرفتار ہیں کہ اب تو ہم دنیا کے غم کے لائق بھی نہیں رہے۔یعنی نہ تو وصل کی فکر کام آئی اور نہ ہجر کا غم اور بدنصیبی کا یہ عالم ہے کہ دنیا کا غم بھی ہمیں خاطر میں لانے کے لیے تیار نہیں ہے۔

3.1.2 زورِ بیان/اثر آفرینی

زورِ بیان سے مراد یہ ہے کہ مصنف جس کیفیت کو ظاہر کرنا چاہتا ہے، وہ پورے طور پر بیان ہو جائے، جو تصویر وہ کھینچنا چاہتا ہے، وہ واضح طور پر نظروں کے سامنے آجائے، جو کچھ بیان کرنا چاہتا ہے اس میں کوئی کمی نہ رہ جائے۔

سرگرمی 1.17

ایسے چند اشعار تلاش کر کے پیش کیجیے جو سہلِ ممتنع کی مثال ہوں۔

© NCERT not to be republished

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ صرف اپنی تحریروں میں رعب، خوف یا شان وشوکت پیدا کرنے سے بیان میں زور پیدا ہوتا ہے، جب کہ ایسا نہیں ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ جس تحریر میں کوئی کیفیت یا کوئی جذبہ شدّت کے ساتھ دکھایا جائے، اسے زوردار کہا جا سکتا ہے۔

ہم اپنی گفتگو یا تحریر میں لفظوں کو مختلف طریقے سے استعمال کرتے ہیں اور بعض لفظوں پر خصوصی طور پر ہمارا زیادہ زور ہوتا ہے۔ ایسا اس لیے ہوتا ہے کہ ہم اپنی بات میں زیادہ سے زیادہ اثر پیدا کرنا چاہتے ہیں یا دوسرے کو زیادہ سے زیادہ اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتے ہیں اور اگر ہمارا مقصود تحکّم ہوتا ہے تو محض مقصد کے تحت ہمارا لہجہ بھی بدل جاتا ہے۔ یعنی جملوں، شعروں یا بعض لفظوں کی ادائیگی میں محض مقصد کے تحت ہمارے لہجے میں بھی تبدیلی واقع ہو جاتی ہے جس سے بیان میں زیادہ زور اور اثر پیدا ہوتا ہے۔ بعض تاکیدی الفاظ کی شمولیت سے بھی جملے میں زور اور اثر پیدا ہوتا ہے۔ جیسے ہی، بھی، وغیرہ ضرور، لازمی وغیرہ الفاظ سے بھی بیان میں زور پیدا کیا جا سکتا ہے۔

کسی بات پر ہم اپنے لب ولہجے سے زور دیتے ہیں، لیکن لکھتے وقت جملے میں جو کچھ کہنا ہے لفظوں کے سہارے ہی کہنا ہے۔ اس لیے یہ جاننا ضروری ہے کہ بات کس طرح کہی جائے کہ مناسب پہلو پر قاری کی توجہ مبذول ہو جائے۔ مثلاً اگر کسی کو بہ اصرار بلانا ہے تو ایسے لفظوں کا انتخاب کرنا ہوگا کہ اصل مقصد واضح ہو جائے۔ مندرجہ ذیل جملے دیکھیے :

- آپ کل تشریف لائیں۔
- آپ کل ضرور تشریف لائیں۔
- آپ کو کل آنا ہی پڑے گا۔
- آپ کو کل آنا ہی ہے۔

یہاں الگ الگ جملے سے الگ الگ تاثر پیدا ہو رہا ہے۔ مصنف یا مضمون نگار کے لیے ضروری ہے کہ اس کے سامنے اپنا مقصد واضح ہو۔ اسے معلوم ہو کہ کیا کہنا ہے اور کس طرح کا تاثر پیدا کرنا ہے۔

زور پیدا کرنے کے لیے نثر نگار بعض اوقات لفظوں کی تکرار سے بھی کام لیتا ہے۔ مثلاً

- اندھیرا، گہرا اندھیرا، ہر چیز اندھیرے میں ڈوبی ہوئی تھی۔
- سناٹا — ایک بیکراں سناٹا ہر سمت پھیلا ہوا تھا۔
- آیئے، آیئے، تشریف لایئے۔
- جایئے، جایئے، بے وفا ہو جایئے۔

© NCERT not to be republished

کبھی کبھی زور پیدا کرنے کے لیے ہم اس طرح کے جملے بھی کہتے ہیں:

- اس کا کون ہے، کوئی بھی تو نہیں۔
- وہ تنہا چلا آ رہا تھا، تھکن سے نڈھال، بھوکا پیاسا!

3.2 پیراگراف کی ترتیب

جب ہم اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہیں تو ایک کے بعد دوسرے جملے آتے چلے جاتے ہیں۔ یہ جملے آپس میں مربوط ہوتے ہیں اور ہمارے سلسلۂ خیال کو آگے بڑھانے کا کام کرتے ہیں۔ لکھتے وقت بھی یہی صورت ہوتی ہے۔

مصنف یا مضمون نگار جس طرح اپنی بات جملوں میں مکمل کرتا ہے، اسی طرح وہ اپنے خیالات کو بھی مختلف حصوں میں بانٹ کر ادا کرتا ہے۔ وہ ساری باتیں ایک ساتھ نہیں کہتا یا تمام باتیں بغیر کسی ترتیب کے نہیں کہتا بلکہ اسے معلوم ہوتا ہے کہ کون سی بات پہلے کہنی ہے اور کون سی بعد میں۔ اسی طرح اسے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ تحریر کا کون سا حصہ دوسرے حصّے سے الگ کیا جا سکتا ہے۔ یعنی مضمون نگار حسبِ ضرورت اپنے مضمون کو کئی حصّوں میں تقسیم کر لیتا ہے۔ ایک سلسلے کے جملے وہ ایک ساتھ لکھ کر ایک پیراگراف مکمل کرتا ہے۔ پھر اسی سلسلۂ کلام کی دوسری باتیں الگ پیراگراف سے شروع کرتا ہے۔ اس سے پڑھنے والے کو بھی سہولت ہوتی ہے اور لکھنے والے کو بھی۔ اس طرح ہم کہہ سکتے ہیں کہ

- پیراگراف کسی سلسلۂ خیال کی ایک اکائی کا نام ہے۔

یہ خیالات کو ترتیب وار پیش کرنے کا ایک ذریعہ بھی ہے۔ اس کے ذریعے قاری تفہیم کے مراحل آسانی سے طے کر لیتا ہے۔

مصنف کے لیے ضروری ہے کہ اسے پیراگراف کی مناسب تقسیم کا ہنر آتا ہو۔ یہ نہیں کہ جب چاہا، نیا پیراگراف شروع کر دیا اور جہاں چاہا ختم کر دیا۔

سرگرمی 1.18

درج ذیل الفاظ کو نیچے دیے گئے جملوں میں اس طرح استعمال کیجیے کہ ان میں زورِ بیان پیدا ہو جائے:

شفّاف شدید گہرا زور کچھ

- چاروں جانب اندھیرا چھایا ہوا تھا۔
- میرے سر میں درد ہے۔
- جھیل کا پانی صاف ہے۔
- کہرے کی وجہ سے سڑک پر نظر نہیں آ رہا تھا۔
- عامر درد کے سبب زور سے چلّا رہا تھا۔

© NCERT not to be republished

3.2.1 پیراگراف کے ضروری عناصر

- تکمیلِ خیال
- مربوط اور مرتب جملے
- مناسب تاثر
- تنوّع

تکمیلِ خیال

ہر پیراگراف میں موضوع کے کسی ایک پہلو سے متعلق خیالات کا اظہار کیا جاتا ہے۔ خیال کی تکمیل کے ساتھ ہی پیراگراف مکمل ہوجاتا ہے۔

مربوط اور مرتّب جملے

پیراگراف کے جملوں کا باہم مربوط ہونا ضروری ہے۔ ایک پیراگراف ختم ہو تو دوسرے پیراگراف سے خیال کا ربط بھی ظاہر ہونا ضروری ہے۔ یعنی یہ معلوم ہو کہ ایک بات مکمل ہوگئی۔ اب اس سلسلے کی دوسری بات دوسرے پیراگراف سے شروع ہو رہی ہے۔

مناسب تاثر

ہر پیراگراف سے ایک تاثر پیدا کرنا مقصود ہوتا ہے۔ یہ تمام تاثرات مل کر مجموعی تاثر کی تکمیل کرتے ہیں۔

تنوّع

مختلف پیراگراف سے مضمون میں ایک طرح کا تنوع پیدا ہوتا ہے۔ یہ اندازہ ہوتا ہے کہ پورے مضمون میں ایک ہی بات نہیں کہی گئی ہے بلکہ موضوع کے دائرے میں رہ کر مصنف نے مختلف پہلوؤں کا جائزہ لیا ہے۔

© NCERT not to be republished

3.3 زبان وبیان کے مختلف اسالیب

ایک ہی بات کئی طرح سے کہی جاسکتی ہے۔ کہنے کا یہ ڈھنگ جس حد تک متاثر کن یا دل کش ہوگا، سننے والے پر اس کا اتنا ہی اچھا اثر پڑے گا۔ بعض لوگ باتیں کرتے ہیں تو جی چاہتا ہے بس ان کی گفتگو سنتے ہی رہیے۔ بعض اساتذہ اپنے اندازِ بیان سے سبق کو اس قدر دلچسپ بنا دیتے ہیں کہ طلبا کو ان کی کلاس کا انتظار رہتا ہے۔

اسالیبِ بیان کے حوالے سے یہ بات بھی یاد رکھنے کی ہے کہ ایک موقع پر جو اسلوبِ بیان نہایت مناسب ہے، بہت ممکن ہے کہ دوسرے موقع کے لیے وہ اتنا مناسب نہ ہو۔ اس لیے کہتے ہیں کہ موقع و محل کے لحاظ سے طرزِ بیان اختیار کرنا چاہیے۔ مصنف کے لیے تو یہ جاننا اور بھی ضروری ہے کہ کون سی بات کس ڈھنگ سے لکھی جائے۔ بعض اہم اسالیبِ بیان یہ ہیں:

3.3.1 سادہ اسلوب

اسے عام استعمال کی زبان بھی کہہ سکتے ہیں۔ ہم عام طور پر اپنے معمولات کا اظہار اسی سادہ اسلوب میں کرتے ہیں۔ عام خیالات اور ضرورتوں کے اظہار کے لیے جب عام فہم زبان اور سیدھا سادہ اندازِ بیان اختیار کیا جائے تو اسے سادہ اسلوب کہیں گے۔ اس اسلوب میں مشکل الفاظ، تراکیب، تشبیہات واستعارات کا استعمال کم سے کم کیا جاتا ہے۔ بات گھما پھرا کر یا اشارے کنایے میں نہیں کہی جاتی۔ اس میں نہایت وضاحت اور قطعیت کے ساتھ خیالات پیش کیے جاتے ہیں۔ اس طرح کی نثر واضح، سادہ اور آسانی سے سمجھ میں آنے والی ہوتی ہے۔ یہ اندازِ بیان عموماً کاروباری معاملات یا عام قارئین تک خیالات کی ترسیل کے لیے اختیار کیا جاتا ہے۔ سادہ اسلوب کی مثال کے طور پر درجِ ذیل عبارت پیش کی جاسکتی ہے:

> پرانے زمانے میں بھارت میں ایک راجا راج کرتا تھا۔ یہ راجا بہت رحم دل تھا۔ اس کے راج میں سب خوش تھے۔ راجا اپنی پرجا کی حالت دیکھنے کے لیے کبھی کبھی محل سے باہر نکلا کرتا۔ سب لوگ راجا کی عزت کرتے تھے۔
>
> (عقل مند کسان)

© NCERT not to be republished

3.3.2 خطیبانہ اسلوب

بعض اوقات مصنف قاری کو متاثر یا مرعوب کر کے اسے اپنا ہم خیال بنانا چاہتا ہے۔ ایسے موقعوں پر وہ عام طور سے خطیبانہ اسلوبِ بیان اختیار کرتا ہے۔ اس اسلوب میں سادہ زبان استعمال نہیں کی جاتی۔ اس کے لیے پُر زور اندازِ بیان اور بھاری بھرکم الفاظ و تراکیب کا انتخاب کیا جاتا ہے۔ قارئین کے جذبات و احساسات کو ابھارنے کی بھی کوشش کی جاتی ہے اور حسبِ ضرورت قاری کو براہِ راست مخاطب کر کے بات کہی جاتی ہے۔ ابوالکلام آزاد کی نثر اس طرزِ بیان کی عمدہ مثال ہے:

(1888-1958)

قولِ فیصل

مسٹر مجسٹریٹ! اب میں اور زیادہ وقت کورٹ کا نہ لوں گا۔ یہ تاریخ کا ایک دلچسپ اور حیرت انگیز باب ہے، جس کی ترتیب میں ہم دونوں یکساں طور پر مشغول ہیں۔ ہمارے حصّے میں یہ مجرموں کا کٹہرا آیا ہے، تمھارے حصّے میں وہ مجسٹریٹ کی کرسی۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ اس کام کے لیے وہ کرسی بھی اتنی ہی ضروری چیز ہے جس قدر یہ کٹہرا۔ آؤ اس یادگار اور افسانہ بننے والے کام کو جلد ختم کر دیں۔ مؤرّخ ہمارے انتظار میں ہے اور مستقبل کب سے ہماری راہ تک رہا ہے۔ ہمیں جلد جلد یہاں آنے دو اور تم بھی جلد جلد فیصلہ لکھتے رہو۔ ابھی کچھ دن تک یہ کام جاری رہے گا یہاں تک کہ ایک دوسری عدالت کا دروازہ کھل جائے۔ یہ خدا کے قانون کی عدالت ہے۔ وقت اس کا جج ہے۔ وہ فیصلہ لکھے گا اور اسی کا فیصلہ آخری فیصلہ ہوگا۔

— مولانا ابوالکلام آزاد

© NCERT not to be republished

سرگرمی 1.19

مندرجہ ذیل عبارتوں کو پڑھ کر بتائیے کہ مصنف نے کون سا طرز بیان اختیار کیا ہے؟

- ’’غور کیجیے تو اس کارگاہِ عمل کے ہر گوشے کی قدم رانیاں ہمیشہ اسی ایک قدم کے انتظار میں رہا کرتی ہیں۔ جب تک یہ نہیں اٹھتا، سارے قدم زمین میں گڑے رہتے ہیں۔ یہ اٹھا اور گویا ساری دنیا اچانک اٹھ گئی۔ اس بزم سود و زیاں میں کامرانی کا جام کبھی کوتاہ دستوں کے لیے نہیں بھرا گیا۔ وہ ہمیشہ انھیں کے حصے میں آیا جو خود بڑھ کر اٹھا لینے کی جُرأت رکھتے تھے۔‘‘

(ابوالکلام آزاد– چڑیا چڑے کی کہانی)

- ’’سنو، عالم دو ہیں: ایک عالمِ ارواح اور ایک عالمِ آب و گِل۔ حاکم ان دونوں عالموں کا وہ ایک ہے...... ہر چند قاعدۂ عام یہ ہے کہ عالمِ آب و گِل کے مجرم عالمِ ارواح میں سزا پاتے ہیں، لیکن یوں بھی ہوا ہے کہ عالمِ ارواح کے گنہ گار کو دنیا میں بھیج کر سزا دیتے ہیں۔‘‘

(غالبؔ کا خط بنام مرزا علاء الدین احمد خاں علائیؔ)

- ’’بچپن میں سرسیّد پر نہ تو ایسی قید تھی کہ کھیلنے کودنے کی بالکل پابندی ہو اور نہ ایسی آزادی تھی کہ جہاں چاہیں اور جن کے ساتھ چاہیں کھیلتے کودتے پھریں۔ ان کی بڑی خوش نصیبی یہ تھی کہ خود ان کے ماموں ان کی خالہ اور دیگر نزدیکی رشتہ داروں کے چودہ پندرہ لڑکے ان کے ہم عمر تھے جو آپس میں کھیلنے کودنے کے لیے کافی تھے۔ اس لیے ان کو نوکروں اور اجلافوں کے بچوں اور اشرافوں کے آوارہ لڑکوں سے ملنے جُلنے اور ان کے ساتھ کھیلنے کا کبھی موقع نہیں ملا۔‘‘

(حیاتِ جاوید: الطاف حسین حالیؔ)

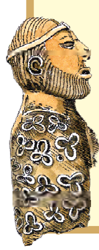

3.3.3 پُرشکوہ اسلوبِ بیان

جب قلم کار عالمانہ انداز میں منتخب الفاظ، تراکیب، تشبیہات و استعارات کی مدد سے ایسا لب ولہجہ اختیار کرتا ہے جس سے ایک طرح کا جلال ظاہر ہوتا اسے پُرشکوہ اسلوبِ بیان کہا جاتا ہے۔ اردو کے مشہور ناول نگار قاضی عبدالستار کی نثر پُرشکوہ اسلوبِ بیان کی مثال کے طور پر پیش کی جاسکتی ہے۔ امتیاز علی تاج کے ڈرامے ’’انارکلی‘‘ کے مکالمے بھی پُرشکوہ اسلوبِ بیان کا نمونہ ہیں۔ تاریخی ناولوں اور ڈراموں میں اس اسلوبِ بیان سے اکثر فائدہ اٹھانے کی کوشش کی گئی ہے۔

دارا شکوہ

دربارِ عام کے صحن میں مشہورِ عالم ’’دل بادل‘‘ شامیانہ آراستہ ہو چکا تھا، جسے سیکڑوں آدمیوں نے ہاتھیوں کی مدد سے کتنے ہی دنوں میں کھڑا کیا تھا۔ طلاباف مخمل کی چھت کے نیچے ٹھوس چاندی کے تین گز اونچے اسّی ستون سونے کے پھولوں کی قبا پہنے اصفہانی قالینوں پر حاضرینِ دربار کی طرح اپنے اپنے مقام پر نصب تھے۔ قلب میں پانچ ہاتھ اونچا، سوا تین ہاتھ لانبا، ڈھائی ہاتھ چوڑا تختِ طاؤس تھا۔ اس کی چھت زمرّد کے بارہ ستونوں پر قائم تھی۔ دو طاؤس جواہرات سے سجے کھڑے تھے۔ ان کی منقاروں میں موتیوں کی مالائیں تھیں اور وہ دونوں اس لہلہاتے ہوئے درخت کو دیکھ رہے تھے، جس کی ڈالیں پکھراج کی تھیں۔ پتیاں زمرد سے تراشی گئی تھیں اور پھل یاقوت کے بنائے گئے تھے۔

– قاضی عبدالستّار

(1930/33)

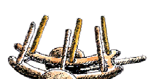

© NCERT not to be republished

غور کرنے کی بات

- تخلیقی صلاحیت خداداد ہوتی ہے، قدرت نے جسے تمام انسانوں کو ودیعت کیا ہے۔ لیکن جو لوگ مشق اور محنت سے اسے جلا بخشتے رہتے ہیں ان کے یہاں یہ قائم رہتی ہے اور طرح طرح سے اپنا اظہار کرتی رہتی ہے۔
- محض کوئی نئی چیز خلق کرنا ہی تخلیقیت سے تعلق نہیں رکھتا، پہلے سے دریافت شدہ چیز میں اضافہ کرنا یا اسے کوئی اور نئی شکل عطا کرنا بھی تخلیقیت میں شامل ہے۔
- انسانی ذہن ہمیشہ فطرت سے سیکھتا آیا ہے۔ فطرت کا ہر جز تخلیقیت سے سرشار ہے۔ زمین میں بیج کا پھوٹنا، پودے سے درخت بننا، پھول اور پھل کا پیدا ہونا۔ یہ سب تخلیقیت ہی کے مظاہر ہیں۔

- تخلیقیت کا تعلق محض ادب ہی سے نہیں ہے۔ سائنسی اختراعات اور صنعتی و تکنیکی سطح پر بھی جو نئی نئی چیزیں ایجاد ہوتی رہتی ہیں۔ ان کا تعلق بھی انسان کے تخلیقی شعور سے ہے۔
- مٹی کے برتن بنانے والا کوزہ گر، تصویر بنانے والا مصوّر، پتھر کو تراش کر اس میں انسانی نقوش اجاگر کرنے والا مجسمہ ساز، آوازوں کو ایک خوبصورت تنظیم و ترتیب عطا کرنے والا موسیقار بھی تخلیقیت ہی کا مظاہرہ کرتا ہے۔

- تجربہ، تخیّل اور وجدان تخلیقیت کے سرچشمے ہیں۔ تخلیق کار اپنے تجربے کو تخیّل اور وجدان کی سرگرمی سے ایک نئی حقیقت میں بدل دیتا ہے۔
- شاعر کے لیے تخلیقی زبان کی خاص اہمیت ہے۔ جسے جذباتی زبان بھی کہا جاتا ہے اور جو علمی زبان سے مختلف ہوتی ہے۔

مشق EXERCISE

1۔ تخلیقیت کیا ہے اور یہ کس طرح پروان چڑھتی ہے؟

2۔ تخلیقیت میں تجربے اور مشق و مہارت کی کیا اہمیت ہے؟ مثالیں دے کر سمجھائیے۔

3۔ زبان وادب میں تخلیقیت کا کیا رول ہے اور یہ دوسرے فنون سے کس طور پر مختلف ہے؟

4۔ ادبی تحریر کی کیا خصوصیات ہیں؟ مثالوں سے واضح کیجیے۔

5۔ میڈیا تحریر سے کیا مراد ہے اور اس کا بنیادی مقصد کیا ہے؟

6۔ ترجمہ کیا ہے؟ اس کی اہمیت پر روشنی ڈالیے۔

7۔ آپ کے خیال میں ایک اچھے مترجم میں کون کون سی خوبیاں ہونی ضروری ہیں؟

8۔ جملے کی ساخت میں کن باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے؟ کچھ مثالوں سے واضح کیجیے۔

9۔ پیراگراف کسے کہتے ہیں اور اس کے ضروری عناصر کون کون سے ہیں؟

10۔ اردو کے اہم اسالیب بیان کا تعارف کرائیے اور ان کی ایک ایک مثال بطور نمونہ پیش کیجیے۔

© NCERT not to be republished